उर्दु भाषा

कक्षा ७

नेपाल सरकार

शिक्षा, विज्ञान तथा प्रविधि मन्त्रालय

पाठ्यक्रम विकास केन्द्र

सानोठिमी, भक्तपुर

प्रकाशक : नेपाल सरकार

शिक्षा, विज्ञान तथा प्रविधि मन्त्रालय

पाठ्यक्रम विकास केन्द्र

सानोठिमी, भक्तपुर

© सर्वाधिकार पाठ्यक्रम विकास केन्द्र

यस पाठ्यपुस्तकसम्बन्धी सम्पूर्ण अधिकार पाठ्यक्रम विकास केन्द्र सानोठिमी, भक्तपुरमा निहित रहेको छ । पाठ्यक्रम विकास केन्द्रको लिखित स्वीकृतिबिना व्यापारिक प्रयोजनका लागि यसको पुरै वा आंशिक भाग हुबहु प्रकाशन गर्न, परिवर्तन गरेर प्रकाशन गर्न, कुनै विद्युतीय साधन वा अन्य प्रविधिबाट रेकर्ड गर्न र प्रतिलिपि निकाल्न पाइने छैन ।

प्रथम संस्कण : वि.सं. २०७८

मुद्रण :

मूल्य :

पाठ्यपुस्तकसम्बन्धी पाठकहरूका कुनै पनि प्रकारका सुझावहरू भएमा पाठ्यक्रम विकास केन्द्र, समन्वय तथा तथा प्रकाशन शाखामा पठाइदिनुहुन अनुरोध छ । पाठकबाट आउने सुझावहरूलाई केन्द्र हार्दिक स्वागत गर्दछ ।

हाम्रो भनाइ

पाठ्यक्रम शिक्षण सिकाइको मूल आधार हो । पाठ्यपुस्तक विद्यार्थीमा अपेक्षित दक्षता विकास गर्ने एक मुख्य साधन हो । यस पक्षलाई दृष्टिगत गर्दै पाठ्यक्रम विकास केन्द्रले विद्यालय शिक्षालाई व्यावहारिक, समयसापेक्ष र गुणस्तरीय बनाउने उद्देश्यले पाठ्यक्रम तथा पाठ्यपुस्तकको विकास तथा परिमार्जन कार्यलाई निरन्तरता दिँदै आएको छ । आधारभूत शिक्षाले बालबालिकामा आधारभूत साक्षरता, गणितीय अवधारणा र सिप एवम् जीवनोपयोगी सिपको विकासका साथै व्यक्तिगत स्वास्थ्य तथा सरसफासम्बन्धी बानीको विकास गर्ने अवसर प्रदान गर्नुपर्छ । आधारभूत शिक्षाका माध्यमबाट बालबालिकाहरूले प्राकृतिक तथा सामाजिक वातावरणप्रति सचेत भई अनुशासन, सदाचार र स्वावलम्बन जस्ता सामाजिक एवम् चारित्रिक गुणको विकास गर्नुपर्छ । यसले विज्ञान, वातावरण र सूचना प्रविधिसम्बन्धी आधारभूत ज्ञानको विकास गराई कला तथा सौन्दर्यप्रति अभिरुचि जगाउनुपर्छ । शारीरिक तन्दुरुस्ती, स्वास्थ्यकर बानी एवम् सिर्जनात्मकताको विकास तथा जातजाति, धर्म, भाषा, संस्कृति, क्षेत्रप्रति सम्मान र समभावको विकास पनि आधारभूत शिक्षाका अपेक्षित पक्ष हुन् । देशप्रेम, राष्ट्रिय एकता, लोकतान्त्रिक मूल्यमान्यता तथा संस्कार सिकी व्यावहारिक जीवनमा प्रयोग गर्नु, सामाजिक गुणको विकास तथा नागरिक कर्तव्यप्रति सजगता अपनाउनु, र दैनिक जीवनमा आइपर्ने व्यावहारिक समस्याहरूको पहिचान गरी समाधानका उपायको खोजी गर्नु पनि आधारभूत तहको शिक्षाका आवश्यक पक्ष हुन् । यस पक्षलाई दृष्टिगत गरी विद्यालय शिक्षाको राष्ट्रिय पाठ्यक्रम प्रारूप,२०७६ को मर्मअनुरूप मदरसा शिक्षा पाठ्यक्रमअनुरूप मदरसा शिक्षातर्फ कक्षा ७ को उर्दु भाषाको यो पाठ्यपुस्तक विकास गरिएको छ ।

यस पाठ्यपुस्तकको लेखन तथा सम्पादन श्री खुर्सिद अलाम र श्री सेराज अहमदबाट भएको हो । पाठ्यपुस्तकलाई यस रूपमा ल्याउने कार्यमा श्री वैकुण्ठप्रसाद अर्याल ,श्री शेख अलि मञ्जरी मौलना, श्री नजरुल हुसैन, श्री सञ्जुर मन्सुरी, श्री उद्धवराज कट्टेल, श्री टुकराज अधिकारी, श्री शालिकराम भुसाल, श्री उमा बुढाथोकी, श्री चिनाकुमारी निरौलालगायतको योगदान रहेको छ । यस पाठ्यपुस्तकको कला सम्पादन श्री श्रीहरि श्रेष्ठबाट भएको हो । यस पाठ्यपुस्तकको विकास तथा परिमार्जन कार्यमा संलग्न सबैप्रति पाठ्यक्रम विकास केन्द्र धन्यवाद प्रकट गर्दछ ।

यस पाठ्यपुस्तकले विद्यार्थीमा निर्धारित सक्षमता विकासका लागि विद्यार्थीलाई सहयोग गर्ने छ । यसले विद्यार्थीको सिकाइमा सहयोग पुऱ्याउने एउटा महत्त्वपूर्ण र आधारभूत सामग्रीका रूपमा कक्षा क्रियाकलापबाट हुने सिकाइलाई मजबुत बनाउन सहयोग गर्ने छ । त्यसैले यो शिक्षकको सिकाइ क्रियाकलापको योजना नभई विद्यार्थीका सिकाइलाई सहयोग पुऱ्याउने सामग्री हो । पाठ्यपुस्तकलाई विद्यार्थीको सिकाइमा सहयोग पुऱ्याउने एउटा महत्त्वपूर्ण आधारका रूपमा बालकेन्द्रित, सिकाइकेन्द्रित, अनुभवकेन्द्रित, उद्देश्यमूलक, प्रयोगमुखी र क्रियाकलापमा आधारित बनाउने प्रयास गरिएको छ । सिकाइ र विद्यार्थीको जीवन्त अनुभवबिच तादात्म्य कायम गर्दै यसको सहज प्रयोग गर्न शिक्षकले सहजकर्ता, उत्प्रेरक, प्रवर्धक र खोजकर्ताका रूपमा भूमिकाको अपेक्षा गरिएको छ । यस पुस्तकलाई अझ परिष्कृत पार्नका लागि शिक्षक, विद्यार्थी, अभिभावक, बुद्धिजीवी एवम् सम्पूर्ण पाठकहरूको समेत विशेष भूमिका रहने हुँदा सम्बद्ध सबैको रचनात्मक सुझावका लागि पाठ्यक्रम विकास केन्द्र हार्दिक अनुरोध गर्दछ ।

वि.सं. २०७८ पाठ्यक्रम विकास केन्द्र

हमारी उर्दू-कक्षा ७

ہماری اردو

برائے

درجہ ہفتم

حکومت نیپال

وزارت تعلیم ، سائنس و ٹکنالوجی

مرکز برائے فروغ نصاب تعلیم

سانو ٹھیمی، بھکت پور

نام کتاب : ہماری اردو برائے درجہ ہفتم
مرتبین : سراج احمد مسلمان ایم اے، خورشید عالم ایم اے، بی ایڈ
صفحات :۱۵۴
اشاعت : بکرم سمبت ۲۰۸۰
ناشر : حکومت نیپال، وزارت تعلیم،سائنس و ٹکنالوجی
مرکز برائے فروغ نصاب تعلیم ،سانو ٹھیمی، بھکت پور
حق طباعت : جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں۔

عرض ناشر

حکومت نیپال نے تعلیم کو فروغ دینے، اسے عام کرنے اور سب کے لیے تعلیم کو یقینی بنانے کی پالیسی اور منصوبہ بندی کی ہے۔ اس کے تحت وزارت تعلیم، سائنس و ٹکنالوجی کی نگرانی میں قائم مرکز برائے فروغ نصاب تعلیم، سانوٹھیمی، بھکت پور نے مدارس اسلامیہ کے لیے درجہ ششم تا درجہ ہشتم کا نصاب تعلیم تیار کیا ہے۔ جس میں اردو زبان کو بھی جگہ دی گئی ہے تاکہ ابتدائی درجات کے طلبہ وطالبات کو دیگر مضامین کے ساتھ ہی اردو زبان اور اس کے بنیادی قواعد سے متعلق ضروری معلومات بہم پہنچائی جاسکیں اورطلبہ وطالبات اردو بول چال میں دقت نہ محسوس کریں بلکہ روانی کے ساتھ اردو زبان بول سکیں، سمجھ سکیں اور اپنا مافی ضمیر بھی بخوبی ادا کرسکیں۔ اس کتاب کو سرکاری اسکولوں میں بھی بحیثیت زبان پڑھایا جاسکتا ہے تاکہ عام طلبہ وطالبات بھی دنیا کی ایک معروف زبان سیکھ سکیں اور اس کی شیرینی کو محسوس کرسکیں۔

اس ضرورت کی تکمیل کے لیے اردو زبان کی کتاب ''ہماری اردو'' کا دوسرے مرحلہ میں درجہ ششم، درجہ ہفتم اوردرجہ ہشتم کا سیٹ تیار کیا جارہا ہے۔اس مرحلہ کی دوسری کتاب''ہماری اردو'' برائے درجہ ہفتم آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

اس کتاب کی خصوصیات:

۱۔ زبان نہایت سادہ، سلیس اور طرز بیان عام فہم اور دل نشیں ہے۔

۲۔ بچوں کی عمر،ان کی مقصد زندگی، ان کی ضرورت، ذوق، دل چسپی اور

نفسیات کا پورا خیال رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔

۳۔ بچوں کو گردوپیش اور ماحول سے باخبر رکھنے کی کوشش کی گئی ہے تاکہ ان کے ذوق اور جستجو کو مہمیز لگایاجاسکے اور وہ زندگی کے گوناگوں میدانوں سے بھی واقف ہوسکیں۔

۴۔ ہرسبق کے آخر میں مشقیں دی گئی ہیں، جو زبان دانی، تحریراور موادِ سبق کو سمجھنے میں معاون ہوں گی، بلکہ طلبہ وطالبات میں غوروفکر اور انفرادی مطالعہ کی عادت کا بھی محرک ثابت ہوں گی۔

۵۔ جہاں جہاں ضروری سمجھا گیا ہے وہاں الفاظ پر اعراب(زبر، زیر، پیش) لگادیے گئے ہیں۔ بڑی حد تک الفاظ کا جدید املا اختیار کیا گیا ہے۔ مرکب الفاظ کو ملاکر لکھنے کے بجائے الگ الگ لکھا گیا ہے۔ جیسے دل کش، خوب صورت۔

کتاب کومزید بہتر اور مفید بنانے کے لیے تمام اہل علم سے آراء اور مشوروں کی ہم امید رکھتے ہیں۔کسی بھی قسم کا کوئی مشورہ ہو تو مرکز برائے فروغ نصاب تعلیم کے دفتر میں ارسال فرمانے کی زحمت فرمائیں۔ طلبہ وطالبات، اساتذۂ کرام اور دیگر اہل علم کی جانب سے مشوروں کا مرکزبخوشی استقبال کرے گا۔

مرکز برائے فروغ نصاب تعلیم
سانو ٹھیمی، بھکت پور

فہرست مضامین

سبق نمبر			صفحہ
	عرض ناشر		۳
۱	حمد باری تعالیٰ	نظم	۷
۲	نعت رسول ﷺ	نظم	۹
۳	کاروبار کے اصول و آداب	تجارت	۱۱
۴	احترام آدمیت	انسانیت	۱۷
۵	ایک مثالی معاشرہ	معاشرہ	۲۲
۶	انسانی حقوق وفرائض	انسانیت	۲۹
۷	سب سے بڑا خدا ہے	نظم	۳۵
۸	عقیدۂ رسالت	عقیدہ	۳۸
۹	صاف ستھرا ماحول	ماحول	۴۳
۱۰	ریڈیو اور ٹی وی کی ایجاد	سائنس	۴۸
۱۱	عیدین	ثقافت	۵۵
۱۲	آنکھوں کی حفاظت	صحت	۶۳
۱۳	سارک کی تاریخ	تاریخ	۶۹
۱۴	اردو نثر کی تاریخ	ادب	۷۴
۱۵	کاٹھمانڈو کا ایک یادگار سفر	سیاحت	۷۹
۱۶	صبر	اخلاق	۸۷
۱۷	آب رواں	نظم	۹۱

۱۸	حضرت ابراہیم علیہ السلام	کہانی	۹۴
۱۹	غزوۂ بدر	سیرت	۱۰۱
۲۰	سوتیلی ماں کا آخری وقت	افسانہ	۱۰۷
۲۱	حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ	سیرت	۱۱۷
۲۲	سیرت ائمہ اربعہ	سوانح	۱۲۲
۲۳	مولانا الطاف حسین حالیؔ	سوانح	۱۲۹
۲۴	حضرت حسین رضی اللہ عنہ	نظم	۱۳۴
۲۵	پرتھوی نارائن شاہ	سوانح	۱۳۸
۲۶	میرا خط	خط	۱۴۲
۲۷	تعلیم پر ٹیکنالوجی کے اثرات	مکالمہ	۱۴۹

سبق نمبر ۱ کیفؔ بھوپالی

حمد باری تعالیٰ

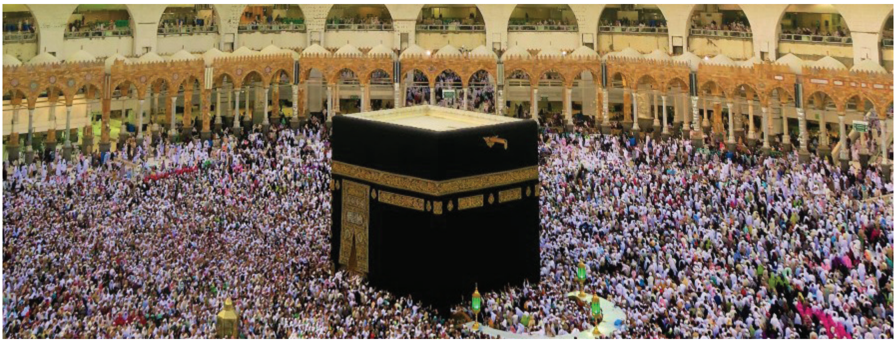

سبھی خوبی، سبھی تعریف ہے اللہ کو زیبا
بزرگی ہے اُسی آقائے عالی جاہ کو زیبا

وہ ہے سارے جہانوں کا خدائے برتر وبالا
برابر ساری مخلوقات کا ہے پالنے والا

بہت ہی مہرباں ہے وہ، بڑا ہی مہرباں ہے وہ
سدا رحمت فشاں، رحمت فشاں، رحمت فشاں ہے وہ

وہی روزِ قیامت کا اکیلا حکم راں ہوگا
کسی کا مشورہ ہوگا، نہ کوئی درمیاں ہوگا

خداوندا ترے آگے ہم اپنا سر جھکاتے ہیں
تجھی کو پوجتے ہیں بس، تجھی سے لو لگاتے ہیں

خداوندا تجھی سے چاہتے ہیں ہم مددگاری
تجھے آتی ہے اپنے آرزو مندوں کی دل داری

دکھادے ہم کو سیدھی راہ، سیدھی راہ پر لے چل
جنھیں تونے نوازا ہے انھی کی راہ پر لے چل

نہ اُن کی راہ پر لے چل خدائی مار ہے جن پر
تری پھٹکار ہے جن پر، تری دھتکار ہے جن پر
نہ اُن کی راہ پر لے چل بھٹک کر رہ گئے ہیں جو
ملمع کی طرح چمکے، چمک کر رہ گئے ہیں جو

الفاظ ومعانی:

عالی جاہ :بڑے رتبے والا بالا :بلند
سدا : ہمیشہ فشاں : بکھیرنے والا، چھڑکنے والا
دل داری: دل رکھنا، تسلی، ہم دردی
ملمع : سونا یا چاندی چڑھایا ہوا، چمکایا ہوا

سوالات:

(۱) اس حمد کو اپنی کاپی میں صاف صاف لکھیے:
(۲) اس حمد کے پہلے تین اشعار کا مفہوم اپنے الفاظ میں بیان کیجیے:
(۳) اس حمد کے آخری تین اشعار میں اللہ سے کیا کیا دعائیں مانگی گئی ہیں؟
(۴) قیامت کے دن فیصلہ کس کے ہاتھ میں ہوگا؟
(۵) اس حمد میں قرآن مجید کی کس سورہ کا خلاصہ بیان کیا گیا ہے؟

درج ذیل الفاظ کی ضد لکھیے:

تعریف، مخلوق، رحمت، مشورہ ،دھتکار ،حکمراں

مشق :

الف :اس حمد کو دو دو بچے ایک ساتھ ترنم سے پڑھ کر سنائیں۔
ب : قیامت کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں ؟ دس جملوں میں ایک نوٹ لکھیے۔
ج :اس حمد سے اللہ کی پانچ صفات تلاش کیجیے۔

تابش مہدی

نعت رسول ﷺ

نامِ نبیؐ تو وردِ زباں ہے، ناؤ مگر منجدھار میں ہے
سوچ رہا ہوں اب بھی یقیناً، کوئی کمی کردار میں ہے

یٰسیںؐ طٰہٰؐ شان ہے جس کی، رحمتِ عالمؐ جس کا لقب
ہائے وہ سنگ وخشت کی زد پر، طائف کے بازار میں ہے

ملکوں ملکوں شہروں شہروں، دیکھ چکے ہیں ہم لیکن
ایسا رنگ و نور کہاں، جو کوئے شہِ ابرار میں ہے

صدیقؓ و حیدرؓ کے مقامِ عز و شرف کا کیا کہنا
ایک تو ہے بستر پہ نبیؐ کے، اور اک ثور کے غار میں ہے

قتل کی خاطر گھر سے عمرؓ بھی طیش میں نکلے ہیں لیکن
ان کو کیا معلوم کہ ان کی مانگ بھی اس دربار میں ہے

ملکِ ہدیٰ کے تیسرے سلطاں، ناشرِ قرآں ہیں عثمانؓ
رشکِ ملائک تھا جو حیا کا نور، ان کے کردار میں ہے

جس محفل میں جس مجلس میں نعت پڑھی ہے تابشؔ نے
اس کو یہ محسوس ہوا وہ آقا کے دربار میں ہے

مشق وسوالات :

۱۔ درج ذیل الفاظ کے معانی لکھیے:

وردِ زباں کوئے سنگ و خشت ناشر ملائک ابرار

۲۔درج ذیل سوالوں کے جواب دیجیے:

(۱) اس نعت کی تین شعری خوبیاں لکھیے۔

(۲) یہ نعت کس شاعر کی ہے؟ ان کے تعارف میں ایک پیراگراف لکھیے۔

(۳) اس نعت کو زبانی یاد کیجیے اور ایک ساتھ ترنم سے پڑھیے:

(۴) اس نعت کے پہلے تین بند میں شاعر کیا کہنا چاہتا ہے؟

۳۔ درج ذیل الفاظ کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے:

ملائک طیش منجدھار کوئے

۴۔ اس سبق سے تین اسم معرفہ تلاش کیجیے۔

۵۔ درج ذیل شعر کا سیاق و سباق لکھیے۔

صدیقؓ و حیدرؓ کے مقامِ عز و شرف کا کیا کہنا

ایک تو ہے بستر پہ نبیؐ کے اور اک ثور کے غار میں ہے

٦۔ اس نظم سے تین مضاف اور مضاف الیہ کی مثالیں تلاش کیجیے۔

سبق نمبر ۳

کاروبار کے اصول و آداب

اسلام نے تجارت اور کاروبار کے بھی اصول و آداب بتائے ہیں۔ قرآن مجید اور احادیث میں جابجا ان کا تذکرہ ہے۔ آج کے سبق میں ہم بتائیں گے کہ کاروبار کے سلسلے میں اسلام کیا کہتا ہے؟ آپ کی آسانی کے لیے ہم الگ الگ نکات کی صورت میں اپنی بات رکھیں گے۔

اسلام کہتا ہے کہ جب کوئی کاروبار کیجیے تو پوری دل چسپی، پابندی اور محنت کے ساتھ کیجیے۔ اپنی روزی خود اپنے ہاتھوں سے کمائیے، کسی پر بوجھ نہ بنیے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک انصاری صحابیؓ آئے اور انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کچھ مدد مانگی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن سے پوچھا کہ تمھارے گھر میں ایسا کچھ سامان ہے جس کو فروخت کیا جاسکے؟ صحابیؓ نے کہا، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرے گھر میں اس وقت صرف دو چیزیں ہیں۔ ایک ٹاٹ کا بچھونا جسے ہم بچھاتے ہیں، اسی پر بیٹھتے اور سوتے ہیں اور اسی کو اوڑھتے بھی

ہیں۔ اور ایک پیالہ بھی ہے جس سے ہم پانی پیتے ہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا: یہ دونوں چیزیں میرے پاس لے آؤ۔ وہ صحابیؓ کچھ ہی دیر میں وہ دونوں چیزیں لے کر دوبارہ حاضر ہوئے۔ اب نبی اکرم ﷺ نے وہ سامان دو درہم میں نیلام کردیا۔ دو درہم اس صحابیؓ کو دیا اور کہا : جاؤ،ایک درہم سے کچھ کھانے پینے کی چیزیں خرید کر گھر دے آؤ اور ایک درہم سے کلہاڑی خرید کر لاؤ۔ پھر کلہاڑی میں نبی ﷺ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے دستہ لگایا اور فرمایا: جاؤ جنگل سے لکڑیاں کاٹ کاٹ کر لاؤ اور بازار میں بیچو۔ جب پندرہ دن ہوجائیں تو میرے پاس آکر پوری روداد سناؤ۔ پندرہ دنوں کے بعد جب وہ صحابیؓ حاضر ہوئے تو وہ دس درہم کماکر جمع کرچکے تھے۔ آپ ﷺ بہت خوش ہوئے اور فرمایا: یہ محنت اور پسینے کی کمائی تمھارے لیے اس سے کہیں بہتر ہے کہ تم لوگوں سے مانگتے پھرو اور قیامت کے دن تمھارے چہرے پر بھیک مانگنے کا داغ ہو۔

اسلام کہتا ہے کہ کاروبار کیجیے تو دل لگاکر کیجیے۔سب سے بہتر کمائی آدمی کے اپنے ہاتھ اور محنت کی کمائی ہوتی ہے۔ کاروبار کو بہتر بنانے اور فروغ دینے کی منصوبہ بندی کیجیے اور ہمیشہ سچائی اختیار کیجیے۔ جھوٹ بولنے اور جھوٹی قسم کھانے سے سختی سے پرہیز کیجیے۔ نبی ﷺ نے فرمایا ہے : جو شخص جھوٹی قسم کھاکھاکر اپنے کاروبار کو فروغ دینے کی کوشش کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے شخص سے قیامت کے دن بات نہیں کرے گا، نہ اس کی طرف دیکھے گا اور نہ اس کو پاک صاف کرکے جنت میں داخل کرے گا(مسلم)

صحیح مسلم کی دوسری حدیث میں ہے کہ اپنا مال یا سامان بیچنے کے لیے جھوٹی قسم کھانے سے بچو کیوں کہ اس سے وقتی طور پر کاروبار یا تجارت کا فائدہ دکھائی دیتا ہے لیکن آخر کار اس سے کاروبار میں برکت ختم ہوجاتی ہے۔ (مسلم)

کاروبار اور تجارت میں امانت اور دیانت بہت اہم ہے۔ اس لیے ہمیشہ پوری امانت داری دکھائیے۔ خراب مال کو اچھا بتاکر بیچ دینا یا معروف نفع سے ہٹ کر غیر معمولی نفع لینا امانت داری کے خلاف ہے۔ حدیث میں بتایا گیا ہے کہ: سچا اور امانت دار تاجر قیامت کے دن انبیاء علیہم السلام، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔ (ترمذی)

ایک اچھے تاجر کی پہچان ہوتی ہے کہ وہ گاہک کو اپنے اعتماد میں لیتا ہے، اطمینان دلاتا ہے، اچھی اور صاف ستھری بات کرتا ہے اور دھوکہ دینے والی بات بالکل نہیں کرتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: جس نے پاک اور حلال کمائی پر گزارا کیا اس نے میری سنت پر عمل کیا۔ جس نے کاروبار میں لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ رکھا، وہ جنتی ہے۔ (ترمذی)

کامیاب تجارت کے لیے وقت کی پابندی اور کام کاج کے لحاظ سے پورا وقت دینا بھی ضروری ہوتا ہے۔ صبح بالکل سویرے تیار ہوکر دکان پر پہنچنا چاہیے۔ اپنی کمپنی یا ملازمت ہے تو وہاں بھی وقت پر ہی جانا چاہیے۔ پوری یکسوئی، صبر، استقلال کے ساتھ جم کر کام کرنا چاہیے۔ تب تجارت میں ترقی ہوتی ہے اور خوب نفع ملتا ہے۔

اسلام کی تعلیم ہے کہ کاروبار جیسا ہو اسی لحاظ سے وہ محنت چاہتا ہے۔اس لیے خود وقت دیجیے، محنت کیجیے، مزدوروں کا ساتھ دیجیے تو کام کاج میں آسانی اور برکت ہوتی ہے۔ مزدوروں کو پوری مزدوری دینی چاہیے، ان کے ساتھ فیاضی اور حسن سلوک کا معاملہ کرنا چاہیے۔ کام پورا ہوجائے یا مہینہ مکمل ہوجائے تو وقت پر ہی ان کی مزدوری اور تنخواہ دیں۔ ان کے ساتھ نرمی سے پیش آئیں، غصہ نہ کریں، شک وشبہ نہ کریں، ان کی غلطیوں پر بے جا

ڈانٹ پھٹکار نہ کریں، ان کو نیا کام سکھائیں اور سیکھنے کا معقول وقت دیں۔ خریداروں کے ساتھ بھی خوش کلامی کے ساتھ پیش آئیں۔ قرض مانگنے والوں کے ساتھ سختی نہ کریں، نہ انہیں مایوس کریں اور نہ ان سے قرض وصول کرنے میں سختی کریں۔ حدیث میں ہے: جس شخص کی یہ خواہش ہو کہ اللہ اس کو روز قیامت رنج و غم اور گھٹن سے بچائے تو اس کو چاہیے کہ غریب اور تنگ دست قرض دار کو مہلت دے یا قرض کا بوجھ اس کے اوپر سے اتار دے۔ (مسلم)

ایک بار نبی اکرم ﷺ بازار گئے غلے کے ایک ڈھیر سے گزرے۔ آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ اس ڈھیر میں ڈالا تو انگلیوں میں کچھ نمی محسوس ہوئی۔ آپ ﷺ نے دوکان دار سے پوچھا۔ یہ کیا ہے بھائی؟ دوکان دار نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ !اس ڈھیر پر بارش ہوگئی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر آپ نے بھیگے ہوئے غلے کو اوپر کیوں نہیں رکھ دیا کہ لوگ اسے دیکھ لیتے۔یادرکھو! جو شخص دھوکا دے میرا اُس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

ناپ تول مکمل کرنا چاہیے اور کوئی سامان لینا ہو یا کچھ بیچنا ہو توناپ تول میں کمی کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے ہلاکت ہے۔ جو لوگوں سے ناپ کر لیں تو پورا پورا لیں اور جب ان کو ناپ کر یا تول کر دیں تو کم کرکے دیں۔ کیا یہ لوگ نہیں جانتے کہ یہ زندہ کرکے دوبارہ اٹھائے جائیں گے۔ ایک بڑے ہی سخت اور مشکل دن میں جس دن تمام انسان اللہ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔

مشق اور سوالات :

الف: درج ذیل سوالوں کا جواب دیجیے:

(۱) کلہاڑی والے صحابیؓ کا واقعہ آپ کو یاد ہے تو اپنے الفاظ میں بیان کیجیے:
(۲) جھوٹی قسم کھانے والوں کے ساتھ اللہ کیا سلوک فرمائے گا؟
(۳) مزدوروں کے بارے میں نبیﷺ نے کیا فرمایا ہے؟
(۴) ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے بارے میں اللہ نے کیا ارشاد فرمایا ہے؟
(۵) کاروبار میں کیا بغیر عیب یا کمی بتائے سامان فروخت کرنا جائز ہے؟
(۶) اس سبق سے پانچ اسم اور پانچ ضمیر تلاش کیجیے:
(۷) واحد اور جمع کی بھی پانچ مثالیں اس سبق سے پیش کیجیے:
(۸) اس سبق میں موجود کوئی ایک حدیث زبانی سنایئے:

ب: درج ذیل الفاظ کے معانی لکھیے:

صحابی	کلہاڑی	فروغ	جابجا	نکات	صدیقین
ملازمت	حسن سلوک	تنگ دست			

ج: مشق

(۱) اگلے ایک ماہ کے اندر کسی مانگنے والے کو کلہاڑی والا واقعہ ضرور سنایئے۔
(۲) لائبریری کی مدد سے کسی دوسرے نوجوان صحابیؓ کے واقعہ کو اپنے بھائی بہنوں کو سنایئے۔
(۳) آپ کے گھر کوئی مانگنے والا نوجوان آئے تو آپ اسے کون سی تجارت کرنے کا مشورہ دیں گے؟

حرف کی تعریف:

حرف وہ کلمہ ہے جواکیلا پورا معنی نہ ادا کرے بلکہ دوسرے لفظوں کے ساتھ مل کر ادا کرے۔

جیسے تک ، سے، کا، کی۔

لفظ کی تعریف:

انسان کے منہ سے جو آواز نکلتی ہے ، اسے لفظ کہتے ہیں۔

جیسے کتاب، ندی، پہاڑ، شاہین۔

لفظ کی قسمیں : لفظ کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ لفظ موضوع ۲۔ لفظ مہمل

لفظ موضوع کی تعریف :

لفظ موضوع بامعنٰی لفظ کو کہتے ہیں یعنی جس لفظ کا کوئی مطلب سمجھ میں آئے۔

جیسے شہد، بریانی، عبداللہ ، کاٹھمانڈو ۔

لفظ مہمل کی تعریف:

لفظ مہمل بے معنی لفظ کو کہتے ہیں ۔ یعنی جس لفظ کا کوئی مطلب سمجھ میں نہ آئے ۔

جیسے شہد وہد، بریانی وریانی،چائے وائے، روٹی ووٹی، کتاب وتاب۔

سبق نمبر ۴

احترامِ آدمیت

ہم سب حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں۔اس لیے ہمیں آدمی بھی کہا جاتا ہے۔ دادا آدم اور دادی حوا سے پوری دنیا میں انسانوں کی آبادی پھیلی ہے۔ سب ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہیں۔اسی لحاظ سے ایک دوسرے کا احترام اور عزت کرنا، بنیادی انسانی اخلاقیات میں سے ہے۔ایک انسان خود دوسرے انسان کا احترام نہیں کرے گا، تو دوسرا کیسے کرے گا۔ ایک آدمی خود دو سرے آدمی کا احترام نہیں کرے گا تو پھر دوسرا کوئی کیوں کرے گا۔

اسلام کی تعلیمات سے خود ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام نے احترام آدمیت کا پورا پورا پاس ولحاظ رکھا ہے۔ ہمارے آخری نبی حضرت محمد ﷺ کی مشہور حدیث ہے:"جو اپنے چھوٹوں پر شفقت نہ کرے اور اپنے بڑوں کی عزت نہ کرے، وہ ہم میں سے نہیں ہے"۔اس حدیث میں بہت ہی اہم اور جامع بات بتائی گئی

ہے۔ہر آدمی اپنے سے چھوٹی عمر کے آدمی پر شفقت کرے،اُس کے ساتھ آسانی اور نرمی کا معاملہ کرے،اور پیار سے باتیں کرے،اسی طرح اپنے سے بڑی عمر کے آدمی کا احترام کرے، اُس کے ساتھ عزت سے پیش آئے، اُس کے ساتھ ادب سے بات کرے اور مجلس میں اُس کے لیے جگہ خالی کردے۔

اسلام نے بتایا ہے کہ ہر انسان کا خون، اس کی عزت نفس،اس کی عصمت و عزت قابل احترام ہے۔آدمی کا گوشت کھانا حرام ہے، کسی کا مثلہ کرنا حرام ہے،کسی کو بے پردہ کرنا حرام ہے، لاش کی بے حرمتی کرنا حرام ہے۔یہاں تک کہ میت جارہی ہے تو اس کے احترام میں کھڑے ہوجاناچاہیے۔ قبر پر چڑھنا حرام ہے۔حدود کے علاوہ عام سزاؤں میں ہاتھ پیر کاٹنا، ناک کان چیرنا آنکھ پھوڑنا حرام ہے۔ آگ میں جلانا بھی حرام ہے۔غرض کہ اسلام کی تعلیمات میں آدمیت کا پورا احترام کیا گیا ہے۔چھوٹے اور دودھ پیتے بچوں کو جنت کا پھول کہا گیا ہے،بچوں سے پیار کرنا بوسہ لینا،گودمیں کھلانا، یہ سب پیارومحبت اور احترام ہی تو ہے۔بوڑھے ماں باپ یا لاوارث اور بے سہارا آدمی کی خبر گیری کرنااور ان کی ضروریات پوری کرنا،بہت بڑی نیکی ہے۔

اللہ کا ارشاد ہے : ’’ہم نے آدم کی اولاد کو عزت بخشی،انہیں بحروبر میں سفر کی سہولیات فراہم کیں، انہیں پاکیزہ اور اچھی اچھی روزیاں دیں اور اپنی بہت سی مخلوقات پر ان کو فضیلت بخشی۔‘‘

دنیا میں انسان کے علاوہ ان گنت مخلوقات پائے جاتے ہیں۔ کیڑے مکوڑے، جانور، درندے،پرندے، چوپائے، رینگنےوالے اور چلنے والے،دوڑنے اور اڑنے والے بھی، زمیں پر بھی اور سمندر میں بھی، لیکن غور کیجیے تو انسان کی طرح کوئی بھی مخلوق ایسی نہیں ہے جوانسانوں کی طرح خوب صورت ہو۔

انسان اچھے کپڑے پہنتا ہے،اچھااچھا کھانا کھاتاہے، قسم قسم کے میوے سے لطف اٹھاتا ہے،شان دار مکانات کی تعمیر کرتا،آرام دہ سواریوں میں سفر کرتا ہے۔کام کاج کے لیے طرح طرح کی مشینیں ایجاد کرتاہے۔زمین پر تیز رفتاری کے ساتھ دوڑتا ہے،سمندر میں دور دور تک تیرتا ہے اور آسمان کی بلندیوں میں اڑتا ہے۔آخر یہ عالی دماغ،ایجادات کرنے والا ذہن اورغوروفکر کی صلاحیتیں اللہ نے ہی اسے دی ہیں۔اللہ کی نوازی ہوئی ان صلاحیتوں کا ثمرہ ہی تو ہے کہ انسان بہت باعزت زندگی گزارتاہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہت اچھی ساخت میں بنایا ہے۔"لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم"۔ سورۃ التین میں اللہ کا ارشاد ہے کہ" ہم نے انسان کو سب سے اچھی ساخت میں بنایا ہے"۔اس کا قد،ڈیل ڈول،ہاتھ پیر اور جسم کے دیگر اعضاءاور ان کی خوب صورتی سب کے سب نمایاں ہیں اور بہت ہی

مناسب جگہوں پر جسم کے اعضاء رکھے گئے ہیں۔ جن سے کام بھی آسانی سے لیا جاتاہے اور دیکھنے میں بہت خوب صورت لگتے ہیں۔ نیز اٹھنے بیٹھنے اور کسی بھی کام میں کوئی دقت نہیں بلکہ آسانی ہوتی ہے۔صحت مند آدمی کافی دیر تک مسلسل کام کرتا ہے۔

اللہ نے انسانوں کی تکریم کی ہے اور ان کو سکھایا بھی ہے۔ اے آدم کے بیٹو! خود ایک دوسرے کا احترام کرو۔مہمانوں کی ضیافت، سفر کے دوران پڑوسی کا خیال،اجنبی انسان کا خیال، بے سہارا لوگوں کی مدد، بڑوں کی عزت اور احترام، چھوٹوں سے شفقت،ستر اور پورا جسم کپڑوں میں چھپا کر رکھنے کا حکم، غسل اور صفائی ستھرائی کا حکم، بال اور ناخن کاٹنے کا حکم، مجلسوں میں کشادگی بنانے کا حکم،سزاؤں میں انسانی اعضاء کو تلف ہونے سے بچانے کا حکم،جنازے کا احترام اور قبرستان کا احترام نیز اس طرح کی تمام تعلیمات میں آدمیت کا احترام پایا جاتاہے۔

ہمیں چاہیے کہ ہم ایک دوسرے کا احترام کریں،کسی کو اچھوت یا نیچا نہ سمجھیں، مانگنے والوں کی توہین نہ کریں،چھوٹے بچوں کو مار پیٹ نہ کریں،کسی کے کپڑے نہ پھاڑیں، کسی معذور انسان کا مذاق نہ اڑائیں، برے القاب سے کسی کونہ پکاریں۔کوئی پیدائشی طور پر چھوٹے قد کا ہے تو اسے چھوٹو کہہ کر پکارنا،کوئی بڑے قد کا ہے تو اسے لمبو کہنا، کوئی کم سنتاہے تو اُس کو بہرا کہنا،کوئی کم دیکھتاہے تو اُس کو اندھا کہنا، کوئی بہت تندرست ہے تو اس کو موٹو کہنا، یہ خود اُس آدمی کی توہین ہے اور ایک طرح سے اللہ کی ذات پر الزام ہے۔ اللہ کی دی ہوئی چیزوں میں عیب لگانا، بہت بری بات ہے۔اچھے بچے کسی کو برے القاب سے نہیں پکارتے ہیں۔

مشق وسوالات:

الف: درج ذیل الفاظ کے معانی اپنے استاد سے معلوم کیجیے:

احترام　بنیادی　تعلیمات　شفقت　عزت نفس

عصمت　بحر وبر　اعضاء　کشادگی　ستر

ب: درج ذیل الفاظ کے معانی لکھیے اور ان کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے:

حضرت آدم　ساخت　ثمرہ　ایجاد　تلف　معذور　توہین

ج: درج ذیل سوالوں کے جواب دیجیے:

(۱) آدمی کو آدمی کیوں کہا جاتا ہے؟

(۲) اسلام کی کن تعلیمات سے معلوم ہوتا ہے کہ آدمیت کا احترام ہونا چاہیے؟

(۳) جنازہ اور میت کے احترام کے سلسلے میں اسلام کیا کہتا ہے؟

(۴) کیا کسی انسان کو برے القاب سے پکارا جاسکتا ہے؟

(۵) اس سبق میں اللہ کے نبی ﷺ کی ایک مشہور حدیث آپ نے پڑھی، وہ حدیث مکمل سنایئے۔

د :درج ذیل الفاظ میں واحد اور جمع کی پہچان کیجیے۔ واحد کے سامنے جمع اور جمع کے سامنے واحد لکھیے:

تعلیمات　میت　ضروریات　مخلوقات

اعضاء　صلاحیت　القاب

ہ :لواحق اور سوابق کسے کہتے ہیں؟ ہر ایک کی تین تین مثالیں لکھیے۔

و :موصوف اور صفت کسے کہتے ہیں؟ ہر ایک کی پانچ پانچ مثالیں لکھیے۔

سبق نمبر ۵

ایک مثالی معاشرہ

ایک مثالی معاشرہ میں صفائی، صحت، تعلیم، روزگار اور معیشت، سماجی انصاف اور ترقی کے یکساں مواقع، نیز کشادہ سڑکیں، ہوادار مکانات اور گھنے باغات کے ساتھ اخلاق مند لوگوں کی موجودگی ضروری ہے جو انسانیت کا احترام کرنے والے ہوں، دین کی تعلیمات پر عمل کرنے والے ہوں اور اچھے اخلاق و کردار کے حامل ہوں۔ ایک مثالی معاشرے کا تصور کرتے ہوئے، ہم ایک ایسی دنیا کا تصور کرتے ہیں جہاں ہر فرد پنپ سکتا ہو اور ہر آدمی ترقی کر سکتا ہو، جہاں حق و انصاف اور مساوات ہو اور جہاں سب کی بھلائی کی قدر ہو اور سب کے ساتھ خیر خواہی کا ماحول ہو۔

جس طرح ایک آدمی کے لیے ضروری ہے کہ وہ روزانہ غسل کرے، صاف ستھرے کپڑے پہنے، اپنے بال اور ناخن وقت پر کاٹ لیا کرے، اس کا بستر اور اس کا گھر صاف ستھرا ہو۔ ٹھیک اسی طرح سے ایک مثالی معاشرہ کے لیے

ضروری ہے کہ مکانات کشادہ اور ہوا دار ہوں، کھڑکیاں بڑی بڑی اور روشن دان چھت سے متصل ہوں، گھر میں ایک برآمدہ اور ایک ہال ہو، کچن اور باتھ روم الگ الگ ہوں، سونے کے کمرے الگ الگ ہوں اور گھر کے دیگر سامانوں کو رکھنے کے لیے کمرے الگ ہوں، مہمانوں کے لیے ایک کمرہ اور علاحدہ غسل خانہ ہو۔ گھر کے چاروں طرف خوب صورت پیڑپودے ہوں۔ مکانات عوامی سڑکوں کو چھوڑ کر بنائے جائیں۔ گھر کے سامنے کی سڑک کو آنے جانے والوں کے لیے خالی رکھیں، اپنی سواریاں، جانور یا کوئی بھی چیز سڑک پر ہرگز نہ رکھے جائیں۔

اسی طرح گاؤں کی سڑکیں کشادہ ہوں۔ گاؤں کے ہر محلے اور ہر گھر تک سڑک کی سہولیات ہوں۔ سڑکیں پختہ بنائی جائیں اور دونوں کنارے نالیاں ہوں۔ روزانہ سڑکوں اور نالوں کی صفائی کا نظم ہو۔ فون اور لائٹ کے کھمبے سڑک سے ہٹ کر کنارے لگائے گئے ہوں۔ گاؤں سے باہر سڑکوں کے دونوں کنارے پیڑ بھی لگائے جائیں۔ چھوٹے چھوٹے ندی نالوں کے اوپر مضبوط پل بھی بنائے جائیں۔

صحت اور دوا علاج کی سہولیات بھی مثالی معاشرے کی بنیاد ہے۔ سستا اور بآسانی میسر ہونے والا علاج بہت اہم ہے۔ اس معاشرے میں حفظان صحت کو فروغ دیا جاتا ہے۔ ایک مثالی معاشرہ کے لیے ضروری ہے کہ گاؤں میں ایک مرکز صحت ہو جس میں تمام بنیادی طبّی سہولیات میسر ہوں۔ اچھے ڈاکٹرس، ضروری دوائیں اور نرس ہوں۔ موقع بہ موقع اعلانات ہوں۔ سردی بخار، ٹوٹ پھوٹ نیز زچہ بچہ کے لیے بنیادی سہولیات ہوں۔

گاؤں کے باہر ایک وسیع کھیل کا میدان ہو جہاں بچے اور بڑے لوگ بھی صبح وشام کھیل سکیں۔ ورزش اور چہل قدمی کے لیے جاسکیں۔ گاؤں سے باہر

عید گاہ ہو جہاں عیدین کے علاوہ حسب ضرورت جلسوں یا عوامی مجلسوں کا انعقاد کیا جاسکے۔اسی طرح گاؤں سے باہر ایک اجتماعی قبرستان ہوں جہاں گاؤں کے لوگ اپنے مردے دفن کریں تاکہ ان کا احترام باقی رہے۔

تعلیم ایک مثالی معاشرے کی تشکیل میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ یہ افراد کو علم، تنقیدی اور تعمیری سوچ، تحقیق اور تخلیق کے لائق بناتی ہے۔ تعلیم ہر دروازے بلکہ ہر بچے کو مہیا کرائی جائے، چاہے اس کی سماجی اور معاشی حیثیت کچھ بھی ہو۔ یہ تخلیقی صلاحیتوں، تلاش و جستجو اور ترقی بلکہ زندگی بھر سیکھنے کے مواقع فراہم کرتا ہے، افراد کو اپنے کیریئر اور کردار کو بنانے اور معاشرے کی بہتری میں بھرپور حصہ لینے کے لیے مہمیز لگاتا ہے۔اس لیے ایک مثالی گاؤں میں ایک مثالی ادارہ بھی ناگزیر ہے جس میں الف ب سے لے کر کم از کم درجہ ہشتم تک کی بہترین تعلیم کا نظم ہو۔جدید و قدیم نصاب کی تعلیم حسین امتزاج کے ساتھ ہو۔بچے صاف ستھرے ڈریس میں آئیں، اسکول کی ہدایات کی پابندی کریں اور گارجین حضرات اسکول کے مسائل سے دل چسپی لیں۔اچھے اور ماہر مدرسین کی خدمات میسر ہوں۔اسکول میں کلاس روم، آفس، لائبریری

پروگرام ہال کے علاوہ کمپیوٹر روم اور کھیلنے کے لیے فیلڈ بھی ہو۔ تعلیم میں اچھی کارکردگی اور بہترین رزلٹ حاصل کرنے والوں بچوں کو خصوصی سرٹیفکٹ اور انعامات سے نوازا جائے۔

معاشی انصاف بھی مثالی معاشرے کا ایک اہم جزء ہے۔ یہ ایک ایسا معاشرہ ہے جہاں عدم مساوات کو کم کرنے اور تمام لوگوں کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے معاشی اصول بنائے گئے ہیں۔ اس معاشرے میں وسائل پیداوار اور خام سرمایوں کی منصفانہ تقسیم، معاش کے لیے دوڑ دھوپ کے مواقع اور ہر قسم کی محنت، کام اور تھکن کی مناسب اجرت ہے۔ مثالی معاشرہ روزگار کے نئے نئے مواقع اور ایسے پائیدار معاشی طریقوں کی حوصلہ افزائی کرتا ہے جو انسانی آبادی اور کرۂ ارض دونوں کی بھلائی کو ترجیح دیتے ہیں۔

گویا ہم کہہ سکتے ہیں کہ مثالی معاشرہ کے لیے ضروری ہے کہ روزگار کے یکساں مواقع میسر ہوں۔ کھیتی کے لیے سڑکیں اور پانی کی سہولیات ہوں، باغات میں سینچائی کا نظم ہو۔ صنعت وحرفت اور تجارت ومعشیت کے میدان میں لوگوں کی رہنمائی کا مکمل نظم ہو۔ مویشی پالن، مچھلی پالن، مرغی پالن وغیرہ کا نظم ہو۔ اس پر لوگ ایک دوسرے کی حوصلہ افزائی کریں اور مقامی حکومت اس طرح کے کاموں پر خاطر خواہ لگانی کرے۔ پڑھے لکھے لوگوں کو اچھی نوکری دی جائے نیز ان پڑھ لوگوں کے لیے دست کاری، صنعت وحرفت اور مزدوری کے یکساں مواقع دیے جائیں۔

ایک مثالی معاشرہ ماحول کو صاف، مستحکم اور صحت بخش دیکھنا چاہتا ہے۔ یہ انسانوں اور فطرت کے درمیان باہمی انحصار کو تسلیم کرتا ہے، ایسے طریقوں کو اپناتا ہے جو ماحول کو کم سے کم نقصان پہنچاتے ہیں اور ماحولیاتی توازن کو فروغ دیتے

ہیں۔ پائیدار زندگی کے تمام پہلوؤں میں ایک رہنما اصول بن جاتا ہے، توانائی کی کھپت، فضلہ کا درست انتظام اور وسائل کا تحفظ۔ مثالی معاشرہ زمین اور زمین میں موجود خزانوں کے استعمال میں جواب دہی اور ذمہ داری کی حوصلہ افزائی کرتا ہے اور آنے والی نسلوں کے لیے اس کے تحفظ کو یقینی بناتا ہے۔ قدرتی وسائل سے بے جا چھیڑ چھاڑ یا اس کے استعمال میں اسراف کو منع کرتا ہے۔

مثالی معاشرے کا ایک اہم پہلو سماجی انصاف ہے۔ اس معاشرے میں ہر فرد کے ساتھ انصاف اور مساوات کا سلوک کیا جاتا ہے، قطع نظر اس کے کہ نسل، جنس، مذہب، یا سماجی اور اقتصادی پس منظر کیا اور کیسا ہے؟ امتیازی سلوک اور تعصب کو چیلنج کیا جاتا ہے اور تعلیم، روزگار اور انفرادی ترقی کے یکساں مواقع سماج کے ہر ہر فرد کو حاصل ہوتے ہیں۔ ایک مثالی معاشرہ تنوع کو تسلیم کرتا ہے اور رنگ، نسل، ثقافت کی رنگارنگی میں اس کا حسن پوشیدہ ہوتا ہے۔ اس طرح ایک اچھے صحت مند ماحول کو فروغ دیتا ہے جہاں ہر چھوٹے بڑے کی آواز کو سنا جاتا ہے اور اس کا احترام کیا جاتا ہے۔

غرض کہ ایک مثالی معاشرہ ایک ایسا وژن ہے جو زندگی کے مختلف میدانوں کو شامل ہے۔ یہ ایک ایسا معاشرہ ہے جہاں سماجی انصاف، تعلیم، صحت کی دیکھ بھال، معاشی وسماجی انصاف، ماحول کی صفائی اور استحکام، اور سماج کی فلاح و بہبود کو ترجیح دی جاتی ہے۔ اگرچہ اس معیار کو حاصل کرنا گویا پیچیدہ اور مشکل کام ہوسکتا ہے، لیکن یہ کام ہمارے بس میں ہے۔ ہمدردی اور باہمی تعاون کے جذبے کو فروغ دے کر ہم ایک ایسے معاشرے کی تعمیر میں حصہ لے سکتے ہیں جو پوری آبادی کے وقار اور بھلائی کو اہمیت دیتا ہو۔

اسی طرح ان مذکورہ مادی اور دنیاوی سہولیات کے ساتھ ایک مثالی معاشرہ میں ضروری ہے کہ پڑھے لکھے لوگوں کی ایک ٹیم ہو جو لوگوں کو نیکی اور بھلائی کی تعلیم دیتی رہےاور سماج میں ہونے والی برائیوں پر روک ٹوک بھی کرے۔اخلاق اور ثقافت نیز انسانی قدروں کے بارےمیں لوگوں کو بتائےاور انسانی روایات کو زندہ رکھے۔مثالی معاشرہ کے لیے ضروری ہے کہ معاشرہ میں بسنے والےلوگوں کے اندر انسانیت ہو،آدمیت کا احترام ہو۔وہ ایمان دار ہوں،تجارت اور لین دین میں سچے ہوں،معاملات میں اچھے اور نیک ہوں،ایک دوسرےکے حقوق وفرائض کا خیال کرنے والےہوں۔دکھ درد اور مشکلات میں ساتھ دینے والے ہوں۔غم اور حادثات میں ایک دوسرے کے کام آئیں۔اپنی خوشیوں میں دوسروں کو بھی یاد کریں۔بےسہارا لوگوں کی مدد کریں، لڑائی جھگڑے سے دور رہیں اور مظلوموں کے لیے آواز اٹھائیں۔ایک اچھےاور مثالی معاشرے کےلئے ضروری ہے کہ لوگ آخرت پر یقین رکھتے ہوئےزندگی گزاریں کہ ایک دن آئے گا جب ہر شخص

کو اس کی نیکی کا اچھابدلہ دیا جائے گااور ہر برے شخص کو اس کی برائی کا برا بدلہ دیا جائے گا۔

مشق اور سوالات:

۱۔ اس سبق سے دس مشکل الفاظ تلاش کیجیے اور ان کے معانی بھی لکھیے:

۲۔ درج ذیل الفاظ کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے:

خیرخواہی کشادہ حفظان صحت سہولیات جزء

توانائی کارکردگی

۳۔ درج ذیل سوالوں کے جواب دیجیے:

(۱) اپنے معاشرہ کو ایک مثالی معاشرہ بنانے کے لیے آپ کیا کیا کرسکتے ہیں؟

(۲) مثالی معاشرہ میں تعلیم یا تعلیم گاہ کی کیا اہمیت ہے؟

(۳) کیا کوئی معاشرہ صرف مادی سہولیات کے سہارے ہی ترقی کرسکتا ہے؟

(۴) آپ اپنے گاؤں کو اس سبق کی روشنی میں کہاں پاتے ہیں؟

(۵) آپ اپنے گاؤں کو مثالی بنانے کے لیے کم ازکم تین مشورے دیجیے:

۴۔ آپ کے ذہن میں ایک معاشرہ کا کیا خاکہ ہے ؟ ایک صفحے میں لکھیے۔

۵۔ اپنے تین دوستوں کی مدد سے ایک مثالی معاشرہ کو ڈرائینگ پیپر میں پیش کیجیے۔

۶۔ درج ذیل الفاظ کے مترادفات لکھیے۔

خیرخواہی مثالی متصل کشادہ معاشرہ اسراف

سبق نمبر ۶

انسانی حقوق و فرائض

اسلام زندگی میں اعتدال کا درس دیتا ہے۔ اس نے جہاں حقوق انسانی کا جامع تصور پیش کیا ہے وہیں فرائض کو بھی بیان کر دیا ہے۔ اس طرح اسلام میں انسان کے حقوق وفرائض میں باہمی توازن پایا جاتا ہے۔

آج ہر طرف انسانی حقوق کی آواز بلند کی جارہی ہے۔ ہمیں یہ جاننا چاہیے کہ انسانی حقوق کے جس تصور تک آج کی قومی و بین الاقوامی تنظیمیں پہنچی ہیں، اس سے کہیں زیادہ جامع اور واضح تصور نبی ﷺ نے آج سے چودہ سو سال قبل پیش کردیا تھا۔ خطبۂ حجۃ الوداع میں آپ ﷺ نے بڑی تاکید اور تفصیل کے ساتھ حقوق انسانی کو بیان فرمایا ہے۔ خطبۂ حجۃ الوداع کی خاصیت یہ ہے کہ اس میں نبی اکرم ﷺ نے محض مسلمانوں کو نہیں بلکہ پوری انسانیت کو مخاطب کیا

ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبۂ حجۃ الوداع میں "مسلم" کا لفظ استعمال نہیں کیا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کئی بار "یاأیھا الناس" یعنی "اے لوگو!، اے لوگو!" کہہ کر خطاب کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عطا کردہ انسانی حقوق کا عظیم تصور انسانی زندگی کے مختلف پہلوؤں کا اس طرح احاطہ کرتا ہے:

(۱) انفرادی حقوق:

فرد معاشرے کی اکائی ہے۔ جب تک کسی بھی معاشرے میں فرد کی حیثیت کا تعین اور اس کے حقوق کا تحفظ نہیں کیا جائے گا، اس معاشرے میں اجتماعی حقوق کے تحفظ کی ضمانت نہیں دی جا سکتی۔ اسلام نے نہ صرف فرد کو باوقار مقام عطا کیاہے بلکہ اسے وہ تمام حقوق بھی عطا کیے ہیں جو اس کی ترقی و بہبود کے لیے ضروری ہیں۔

(۲) سماجی حقوق:

اسلام نے معاشرے کے مختلف افراد کو معاشرتی وسماجی حقوق و فرائض کی تعلیم دے کر وہ تمام مثبت بنیادیں فراہم کردی ہیں جو ایک متوازن، معتدل اور انسانی حقوق کا احترام کرنے والے معاشرے کے قیام کے لیے ضروری ہیں۔

(۳) سیاسی حقوق:

ایک مثالی معاشرہ اور نظام حکومت کا قیام سیاسی حقوق و فرائض کے واضح تعین کے بغیر ممکن نہیں ہے، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلامی ریاست کے تمام شہریوں کے حقوق کا واضح تعین فرمایاہے اور اس کی عملی توضیح وتشریح ہجرت کے بعد پہلی اسلامی ریاست قائم کرکے فرما دی۔

(۴) معاشی حقوق:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عطا کردہ معاشی حقوق معاشرے میں عدل و انصاف

پر مبنی معاشی نظام کے قیام کی ضمانت فراہم کرتے ہیں۔ ان حقوق کی بنیاد قرآن کا دیا ہوا ایک انقلابی معاشی نقطہ نظر ہے۔ اسلام کی معاشی تعلیمات دنیا کے تمام معاشی نظاموں سے ممتاز ہیں۔ اسلام کا بنیادی اصول ہے کہ مرد اور عورت دونوں کو اپنی ملکیت رکھنے کا برابر حق ہے۔ دونوں کماسکتے ہیں، تجارت اور کاروبار کرسکتے ہیں۔اس سلسلہ میں کوئی تفریق نہیں ہے۔

خطبۂ حجۃ الوداع میں آپ ﷺ نے انسانیت کی عظمت، احترام اور حقوق پر مبنی ابدی تعلیمات اور اصول بیان کیے۔ سیرت نبوی میں حقوق انسانی سے متعلق یہ واحد دستاویز نہیں ہے بلکہ آپ ﷺ کی پوری زندگی انسانیت نوازی اور اس کی عزت و احترام کی تعلیمات سے بھرپور ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے اللہ کے حقوق اور بندوں کے حقوق تفصیل سے بیان کیے ہیں۔اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ یہی نظام، عدل و انصاف کا حامل ہے جو معاشرے کو امن وآشتی کا گہوارہ بناتے ہوئے ایک فلاحی مملکت کی

حقیقی بنیاد فراہم کرتا ہے۔درحقیقت رسول اللہ ﷺ کا پیش کردہ نظام حقوق وفرائض، انسانی حقوق کا ایک بے مثال عالمی منشور ہے جسے انسانی حقوق کی پہلی مکمل دستاویز یا منشور ہونے کا شرف بھی حاصل ہے۔

کسی بھی سماج میں انسان کے جتنے تعلقات ہیں، ان سب کے مطابق اُن کے حقوق بھی ہیں اور فرائض بھی، جن کے درمیان ایک واضح توازن قائم کیا گیا ہے۔ جس میں نہ کسی پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ ہے اور نہ اس کے جائز حقوق میں کوئی کمی ہے۔ چناں چہ کہا گیا کہ مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان محفوظ رہیں۔ گویا اسلام جہاں ایک طرف دوسروں کے حقوق کی بات کرتا ہے وہیں فرائض ادا کرنے کا بھی حکم دیتا ہے۔ یعنی ایک مسلمان دوسرے انسانوں کو اسی طرح حق دینا پسند کرے جس طرح وہ اپنا حق لینا پسند کرتا ہے۔

حقوق و فرائض کی یہ کتنی خوب صورت تعبیر ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مخلوق اللہ کا کنبہ ہے اور اللہ کے نزدیک محبوب ترین انسان وہ ہے جو اس کنبہ کے لیے سب سے زیادہ نفع بخش ہے(حدیث)۔رسول اللہ ﷺ نے اُمت مسلمہ کو تاکید فرمائی ہے کہ ہر صاحب حق کو اس کا حق ادا کرو۔ درحقیقت دین اسلام ایک انسان کے فرائض و حقوق کے تحفظ کی جہاں ضمانت دیتا ہے، وہیں ہر انسان سے اپنے فرائض کی بجا آوری یعنی دوسروں کے حقوق کی ادائی پر زور دیتا ہے کیوں کہ ایسا کرنے سے ہی حقوق کا حصول ممکن ہے۔ اگر آپ اپنے فرائض ادا نہ کریں تو دوسروں سے حقوق کا حصول ممکن نہیں ہوگا کیوں کہ حقوق و فرائض باہم لازم و ملزوم ہیں۔

سوال وجواب:

الف: درج ذیل سوالوں کے جواب لکھیے:

(۱) اس سبق میں انسان کے کتنے حقوق بیان کیے گیے ہیں؟

(۲) رسول ﷺ نے حقوق و فرائض کے بارے میں کیا فرمایا ہے ؟

(۳) رسول ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع میں حاضرین کو کن الفاظ میں مخاطب فرمایا تھا؟

(۴) خطبہ حجۃ الوداع کسے کہتے ہیں؟

ب: خالی جگہیں پر کیجیے:

اسلام زندگی میں..... کا درس دیتا ہے۔ اس نے جہاں حقوقِ انسان کا جامع..... عطا کیا ہے وہیں فرائض کو بھی بیان کر دیا ہے۔ اس طرح..... میں انسان کے حقوق وفرائض میں باہمی...... پایا جاتا ہے۔

ج: درج ذیل الفاظ میں موصوف اور صفت کی پہچان کیجیے:

جامع تصور	باہمی توازن	عالمی منشور

د: درج ذیل الفاظ میں سوابق و لواحق کو الگ الگ لکھیے:

درحقیقت	محبوب ترین	بین الاقوامی

ہ: درج ذیل الفاظ کے سامنے ان کی واحد لکھیے:

تنظیمیں	حقوق	فرائض
نظاموں	شہریوں	

فعل :

وہ لفظ یا کلمہ ہے جس سے کسی کام کا کرنا یا ہونا سمجھا جائے، فعل کہلاتا ہے۔

فعل کی قسمیں:

زمانے کے اعتبار سے فعل کی مندرجہ ذیل چھ قسمیں ہیں۔

۱۔ فعل ماضی ۲۔ فعل حال ۳۔فعل مضارع

۴۔ فعل مستقبل ۵۔ فعل امر ۶۔ فعل نہی

فعل ماضی:

فعل ماضی وہ فعل ہے جس سے کسی کام کا گذشتہ زمانہ میں ہونا یا کرنا سمجھا جائے ، جیسے وہ آیا، وہ آتا رہتا تھا۔

فعل ماضی کی قسمیں:

فعل ماضی کی چھ قسمیں ہیں۔

۱۔ فعل ماضی مطلق ۲۔ فعل ماضی قریب ۳۔ فعل ماضی بعید

۴۔ فعل ماضی استمراری ۵۔ فعل ماضی احتمالی ۶۔ فعل ماضی تمنائی

سبق نمبر ۷

سب سے بڑا خدا ہے

محمد مشتاق حسین قادری

ہر بندہ کہہ رہا ہے　　سب سے بڑا خدا ہے
پھولوں کی بھی صدا ہے　　سب سے بڑا خدا ہے
سب سے بڑا خدا ہے　　سب سے بڑا خدا ہے

شمس و قمر کو دیکھو　　شجر و حجر کو دیکھو
وہ لائق ثنا ہے　　سب سے بڑا خدا ہے
سب سے بڑا خدا ہے　　سب سے بڑا خدا ہے

ہر چیز نے اسی کے　　'کن' سے قرار پایا
قرآن نے کہا ہے　　سب سے بڑا خدا ہے
سب سے بڑا خدا ہے　　سب سے بڑا خدا ہے

مشتاق پہ کرم ہے رب کریم ہی کا
اس کی یہی ثنا ہے سب سے بڑا خدا ہے
سب سے بڑا خدا ہے سب سے بڑا خدا ہے

مشق اور سوالات

ا۔ الفاظ ومعانی :

صدا: آواز شمس : سورج قمر: چاند شجر: درخت
حجر : پتھر لائق ثنا: تعریف کے قابل کن : (یہ کہنا کہ)ہوجا

۲۔ درج ذیل جملوں کو غور سے پڑھیے، سمجھیے اور اپنی کاپی میں صاف صاف لکھیے:

(ا) اس نظم میں خدا کی بڑائی بیان کی گئی ہے۔ ہر طرح کی تعریف صرف اللہ کے لیے ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو بنانے کے لیے کہا' کن' ہوجا۔اور یہ کائنات وجود میں آگئی ہے۔

(۳) پھولوں کی صدا سے شاعر کی کیا مراد ہے؟

(۴) شمس وقمر سے اللہ کی کون سی صفت ظاہر ہوتی ہے؟

(۵) شجر وحجر کو غور سے دیکھنے پر کیا بات سمجھ میں آتی ہے؟

(٦) قرآن مجید میں اللہ کے بارے میں کیا کہا گیا ہے؟

(۷) آپ اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء میں تین جملے لکھیے۔

(۸) اس نظم کے پہلے بند کا مفہوم اپنی زبان میں لکھیے۔

۳۔ متشابہ الفاظ: ملتے جلتے الفاظ کو قواعد کی زبان میں متشابہ الفاظ کہا جاتا ہے۔ ان الفاظ کی آواز ملتی جلتی ہے مگر املا اور معنی میں فرق ہوتا ہے۔

جیسے آم: پھل، عام: خاص کی ضد

خالی جگہوں میں مناسب الفاظ پر کیجیے:

(۱) ۔۔۔۔۔۔ لوگ۔۔۔۔۔۔۔ کے جیسی تیز نظر رکھتے ہیں۔ (باز، بعض)

(۲) کسان۔۔۔۔۔۔۔ جوت کر اپنے مسائل۔۔۔۔۔ کرتا ہے۔(ہل، حل)

(۳) ۔۔۔۔۔ سے۔۔۔۔۔۔کرنا صحت کے لیے مفید ہے۔(کسرت، کثرت)

(۴) خوشی ہو یا۔۔۔۔۔ ملک کا۔۔۔۔۔۔بلند رہنا چاہیے۔(علم، الم)

(۵) برسات کے۔۔۔۔۔۔ جو ٹھنڈی ہوا چلتی ہے، اُس کو۔۔۔۔۔ صبا کہتے ہیں۔

(بعد ، باد)

۴۔ آپ بھی اللہ کی حمد میں کم از کم چھ بند لکھیں۔

فعل ماضی قریب:

فعل ماضی قریب وہ فعل ہے جس میں نزدیک کا گذرا ہوا زمانہ پایا جائے۔ جیسے وہ بیٹھا ہے، وہ بیٹھے ہیں، تو بیٹھا ہے ، تم بیٹھے ہو۔ میں بیٹھا ہوں۔

فعل ماضی قریب بنانے کا قاعدہ یہ ہے کہ ماضی مطلق والی گردان کے صیغوں کے آخر میں فاعل کے اعتبار سے ہے، ہیں، اور ہوں ، بڑھادیے جائیں جیسے وہ بیٹھا سے وہ بیٹھا ہے۔

سبق نمبر۸

عقیدۂ رسالت

رسالت کالفظی معنی ہے کوئی پیغام ایک آدمی سے لے کر کسی دوسرے آدمی تک پہنچانا۔کوئی حکم،ہدایت،مشورہ یا کوئی بھی بات دوسرے مطلوبہ فرد تک بھیجنا۔اصطلاح میں اس بات پر ایمان اور یقین رکھنا کہ اللہ نے ہر زمانے میں انسانوں میں سے ہی کچھ لوگوں کو منتخب کیا کہ وہ اللہ کا پیغام اللہ کے بندوں تک پہنچائیں۔اللہ وحی کے ذریعہ اپنا پیغام اپنے منتخب بندوں تک بھیجتا ہے اور پھر وہ منتخب بندے اللہ کے عام بندوں کو پیغام سناتے ہیں۔ اسی کو رسالت کہتے ہیں۔

دنیا میں انسانوں کی رہنمائی اور ہدایت کے لیے اللہ نے اپنے کچھ بندوں کو منتخب فرمایاہے، اِسی کو رسالت کہتے ہیں اور جس کو منتخب کیاہے اسے نبی،

رسول اور پیغامبر کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آخری نبی حضرت محمد ﷺ تک بڑی تعداد میں رسالت کے لیے اپنے بندوں کو منتخب فرمایا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ ایک لاکھ سے زیادہ رسول اس دنیا میں آئے ہیں۔اللہ اپنے بندوں سے بے انتہا محبت کرتا ہے۔ زندگی گزارنے کے لیے اس نے زمین و آسمان، سورج چاند، ندی نالے، پہاڑ اور جھرنے بنائے تاکہ انسان اپنی زندگی گزار سکے۔ زمین کے اندر نہ جانے کیا کیا قیمتی چیزیں رکھ دی ہیں جن کو نکال کر انسان بے شمار چیزیں بناتا ہے۔عیش وآرام کی چیزیں ایجاد کرتاہے۔ ٹھیک اسی طرح اللہ نے انسانوں کو ہدایت کا نظم فرمایا ہے۔ ہر زمانے میں انسانوں کی رہنمائی کے لیے کوئی نہ کوئی رسول بھیجا۔ ہر بڑی آبادی اور بڑے ملک میں اپنا ایک رسول بھیجا۔ سب سے آخری رسول جناب محمد ﷺ ہیں۔

رسول کو نبی بھی کہتے ہیں۔نبی کا معنی ہے خبر دینے والا۔بڑی اور اہم خبر دینے والا۔ اصطلاح میں اللہ کے اُن بندوں کو نبی کہا جاتا ہے۔ جن پر اللہ نے وحی نازل کی اور جن کو اپنا پیغام اور ہدایت پہچانے کے لیے منتخب فرمایا۔رسول اور نبی میں فرق یہ ہے کہ رسول اُس نبی کو کہتے ہیں جس پر اللہ تعالیٰ نے کوئی کتاب بھی نازل کی ہو جیسے حضرت ابراھیم علیہ السلام، حضرت داود علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ نبی اُن کو کہتے ہیں جن کو اللہ نے منتخب فرمایاہے۔ان کو اپنا پیغام دیا ہے۔وحی نازل فرمائی ہے البتہ ان پر کتاب نازل نہیں کی ہے بلکہ ان سے پہلے جو کتاب موجود ہوتی ہےاس کو وہ نبی مانتا ہے اور اس پر عمل کرنے کی تلقین کرتا ہے۔

ایک لاکھ سے زائد انبیائے کرام دنیا میں مبعوث کیے گئے ہیں۔ ان

میں۲۶ انبیائے کرام مشہور ہیں جن کا نام قرآن مجید میں آیا ہے۔ ان میں بھی پانچ انبیاء بہت زیادہ مشہور ہیں جن کو اولوالعزم انبیائے کرام سے جانا جاتا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ اِن پانچ انبیائے کرام نے اللہ کے دین کی تبلیغ و اشاعت میں اپنی پوری زندگی لگادی ہیں،دعوت دین کی راہ میں بڑی آزمائشیں برداشت کی ہیں اور بڑی قربانیاں دی ہیں۔ ان کی زندگیاں بہت روشن اور مثالی ہیں۔ان کی تاریخِ دعوت قرآن میں موجود ہے۔ اس لیے اُن کو اولو العزم کہا جاتا ہے یعنی عزیمت اختیار کرنے والے انبیائے کرام اور مشکلات کے باجود افضل ترین موقف اختیار کرنے والے انبیائے کرام علیہم السلام۔رسالت کی آخری کڑی حضرت محمدﷺ ہیں۔ آپﷺ کے بعد اب کوئی دوسرا نبی نہیں آئے گا اور آپ ﷺ کے بعد اگر کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا تو وہ جھوٹا اور دجال ہوگا۔

جملہ انبیائے کرام اللہ کے انتہائی منتخب بندے تھے۔وہ بہت ہی نیک اور برگزیدہ بندے تھے۔ ان کی زندگیاں ہمارے لیے اسوہ اور نمونہ ہیں،وہ گناہوں سے پاک تھے،وہ اللہ کے سچے پیروکارتھے اور اس کے دین کے حقیقی داعی اور ترجمان تھے۔ہم اللہ کے تمام انبیائے کرام پر ایمان رکھتے ہیں، ان سے محبت بھی کرتے ہیں اور ان کا احترام بھی کرتے ہیں۔ ہمارے آخری نبی ﷺ بھی اللہ کے انتہائی محبوب بندے ہیں۔ اُن کی زندگی ہمارے لیے اسوہ حسنہ ہے۔

ہم اللہ کے آخری نبی حضرت محمد ﷺ پر ایمان رکھتے ہیں، اُن کی اتباع کرتے ہیں، ان سے حددرجہ محبت کرتے ہیں،ان کا ادب کرتے ہیں،ان پر درود وسلام بھیجتے ہیں،ان کادفاع کرتے ہیں،ان کے لائے ہوئے دین کی نصرت

کرتے ہیں۔ ہم ان کے دوستوں سے دوستی اور ان کے دشمنوں سے دشمنی رکھتے ہیں۔ہم اہل بیت یعنی نبی ﷺ کی ازواج مطہرات، آل و اولاد اور صحابہ کرامؓ سے محبت کرتے ہیں اور یہ سب عقیدۂ رسالت کے تقاضے ہیں۔اس لیے انبیائے کرام کا نام بڑی محبت اور عقیدت سے لیتے ہیں۔ ان کے ناموں کے ساتھ علیہ السلام لکھتے اور پڑھتے ہیں۔آخری بنی ﷺ کا نام آنے پر ﷺ لکھتے اور پڑھتے ہیں۔اسی طرح ہماری پوری کوشش ہوتی ہے کہ نبی ﷺ کی زندگی کو ہم اسوہ بنائیں اور کوئی ایسا کام ہرگز نہ کریں جس سے اللہ کے نبی ﷺ نے منع فرمایا ہے۔اللہ ہم سب کو پوری زندگی نبی ﷺ کا سچا متبع اور پیروکار بنائے آمین!

مشق اورسوالات

۱۔ درج ذیل الفاظ کے معانی لکھیے:

منتخب　　تلقین　　مبعوث　　تبلیغ

دفاع　　ازواج　　مطہرات

۲۔ رسالت کا لفظی معنیٰ لکھیے ۔

۳۔ رسالت کی اصطلاحی تعریف لکھیے۔

۴۔اولوالعزم انبیائے کرام کے نام لکھیے۔

۵۔ اہل بیت کسے کہاجاتا ہے؟

۶۔ درج ذیل الفاظ میں اسم نکرہ اور اسم معرفہ کی پہچان کیجیے۔

آدمی　　محمد ﷺ　　عیسیٰ　　پہاڑ　　ندی　　نبی　　صحابی

۷۔ اللہ کے آخری نبی حضرت محمد ﷺ پر دو صفحہ کا ایک مضمون لکھیے۔

فعل ماضی استمراری:

فعل ماضی استمراری وہ فعل ہے جس میں کسی کام کا گذرے ہوئے زمانہ میں جاری رہنا یا بار بار ہونا پایا جائے۔ جیسے وہ پڑھ رہا تھا ، وہ پڑھائی کرتا تھا۔

فعل ماضی استمراری بنانے کے تین قاعدے ہیں :

(۱) پہلا قاعدہ یہ ہے کہ مصدر کی علامت "نا" حذف کرکے اس کی جگہ "تاتھا"، تے تھے، تی تھی، لگادیے جائیں۔ جیسے پڑھنا سے پڑھتا تھا۔

(۲) دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ علامت مصدر " نا" حذف کرنے کے بعد " رہا تھا، رہے تھے، رہی تھی، رہی تھیں لگادیے جائیں۔ جیسے پڑھنا سے وہ پڑھ رہا تھا، وہ سب پڑھ رہے تھے۔

(۳) تیسرا قاعدہ یہ ہے کہ علامت مصدر "نا" گرانے کے بعد "ا" لگاکر اس کے بعد " کرتا تھا، کرتے تھے، کرتی تھی" لگادیے جائیں ۔ جیسے پڑھنا سے وہ پڑھا کرتا تھا۔ وہ سب پڑھا کرتے تھے۔

فعل ماضی بعید:

فعل ماضی بعید وہ فعل ہے جس میں دور کا گذرا ہوا زمانہ پایا جائے ۔ جیسے وہ بیٹھا تھا۔

فعل ماضی بعید بنانے کا قاعدہ یہ ہے کہ فعل ماضی مطلق کے آخر میں واحد وجمع کی ترتیب کے موافق تھا، تھے، تھی، تھیں لگادیے جائیں جیسے وہ بیٹھا ہے سے وہ بیٹھا تھا، میں بیٹھا تھا۔

سبق نمبر ۹

صاف ستھرا ماحول

صاف ستھرا ماحول خود ہمارے لیے اور آنے والی نسلوں کی بھلائی کے لیے بہت ضروری ہے۔آپ چاہے ترائی میں رہتے ہوں یا پہاڑ میں رہتے ہوں، دیہات میں رہتے ہوں یا کسی شہر میں ہر جگہ بچے، بڑے اور عام وخاص سبھی اس کی بہتری میں حصہ لے سکتے ہیں۔ پائیدار طریقوں کو اپنا کر اور سماجی بیداری کو فروغ دے کر ہم اپنے اردگرد کے ماحول پر نمایاں اثر ڈال سکتے ہیں۔

فضلات یعنی پیشاب پاخانہ کی جگہیں، بیت الخلا کی گندگیوں کو پھینکنے کی جگہوں، کوڑے کچرے اور عام استعمالات کی چیزوں کو پھینکنے اور جلانے کی جگہوں کا انتظام ماحولیاتی صفائی کا ایک بنیادی پہلو ہے۔ گندگیوں بالخصوص بیت

الخلا کو غلط طریقے سے ٹھکانے لگانے سے زمین، پانی اور ہوا آلودہ ہو سکتی ہے، جس سے صحت کو سنگین خطرات لاحق ہو سکتے ہیں۔ ذمہ دار افراد اور ملک نیپال کے اچھے شہری کے طور پر ہم فضلہ کے انتظام میں فعال کردار ادا کر سکتے ہیں۔ دیہاتوں میں فضلہ اکٹھا کرنے کی باقاعدہ مہم کا انعقاد، کمپوسٹنگ کو فروغ دینا اور کچرے کو الگ کرنے کی اہمیت کے بارے میں معاشرے کو آگاہ کرنے سے کافی فرق پڑے گا۔ شہروں میں ری سائیکلنگ پروگرام، بائیو ڈیگریڈیبل مصنوعات کے استعمال کو فروغ دینے اور پلاسٹک کی کھپت کو کم کرنے جیسے اقدامات صاف اور صحت مند ماحول بنانے میں بہتر حصہ لے سکتے ہیں۔ ان سرگرمیوں میں شامل ہو کر، ہم لینڈ فلنگ کے بوجھ کو کم کر سکتے ہیں اور فضلے کے ماحولیاتی اثرات کو کم کر سکتے ہیں۔

پانی کا تحفظ ماحولیاتی بہبود کا ایک اور اہم عنصر ہے۔ پانی ایک قیمتی وسیلہ ہے، اور اسے صحیح سمجھ کے ساتھ استعمال کرنا ضروری ہے۔ دیہاتوں میں، عام لوگ بارش کے پانی کو جمع کرنے اور زرعی اور گھریلو مقاصد کے لیے بھی پانی کو جمع کرنے کی تکنیکوں کو نافذ کر سکتے ہیں۔ پانی کے تحفظ کے طریقوں کو فروغ دے کر جیسے کہ رسنے والے نل کو ٹھیک کرنا، پانی کو مؤثر بنانے والے آلات کا استعمال کرنا اور پانی کے تحفظ کی اہمیت کے بارے میں بیداری پیدا کرنا، شہروں میں افراد پانی کے پائیدار انتظام میں اپنا حصہ لے سکتے ہیں۔ گندے پانی کے جماؤ کو روکنا، گندگیوں اور کچروں کا سڑکوں پر ادھر ادھر پڑا رہنا، سخت وبائی بیماریوں کا الارم ہے۔ پانی کا تحفظ نہ صرف ماحولیاتی توازن کو برقرار رکھنے میں مدد کرتا ہے بلکہ آنے والی نسلوں کے لیے صاف پانی کی دستیابی کو بھی یقینی بناتا ہے۔

قدرتی وسائل کے تحفظ کا ماحولیاتی استحکام سے گہرا تعلق ہے۔ جنگلات، شاداب اور زرعی زمینیں اور دیگر ماحولیاتی نظام حیاتیاتی تنوع کو برقرار رکھنے، آب و ہوا کے نمونوں کو منظّم کرنے اور ضروری وسائل فراہم کرنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ دیہاتوں اور شہروں میں درخت لگانے سے ماحول پر نمایاں مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ درخت کاربن ڈائی آکسائیڈ جذب کرتے ہیں،آکسیجن چھوڑتے ہیں، مٹی کے کٹاؤ کو روکتے ہیں اور جنگلی حیوانات کے لیے رہائش فراہم کرتے ہیں۔ معاشرے کے باشعور لوگ درخت لگانے کی مہم کا اہتمام کر سکتے ہیں، سبز جگہیں بنا سکتے ہیں اور قدرتی ماحول کو بڑھانے کے لیے شجرکاری میں حصہ لے سکتے ہیں۔ اسی لیے حکومت نیپال جنگلوں کی حفاظت اور نئے پیڑ پودے لگانے پر بہت زور دیتی ہے۔

توانائی کا تحفظ ایک اور عامل ہے جس پر افراد توجہ دے سکتے ہیں۔ دیہاتوں میں، صاف اور قابل تجدید توانائی کے ذرائع جیسے شمسی توانائی

کے استعمال کو فروغ دینے سے ایندھن پر انحصار کم کیا جا سکتا ہے۔ آسان اقدامات جیسے توانائی کے مؤثر آلات کا استعمال، استعمال میں نہ ہونے پر روشنیوں کو بند کرنا اور حرارتی اور کولنگ سسٹم کو بہتر بنانا، شہروں میں فرق پیدا کر سکتا ہے۔ توانائی کی کھپت کو کم کرکے، ہم اپنے کاربن کے الٹا اثر کو کم سے کم کر سکتے ہیں اور موسمیاتی تبدیلی کو کم کر سکتے ہیں۔

تعلیم اور آگاہی ماحول کو بہتر بنانے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ طلبہ بھی ماحولیاتی مسائل، پائیدار طریقوں اور فطرت کے تحفظ کی اہمیت کے بارے میں عوام کو جانکاری دے سکتے ہیں۔ آگاہی مہم کو منظّم کرکے، ماحولیات پر کام کرنے والی انجمنوں میں حصہ لے کر اور سوشل میڈیا کے ذریعے معلومات شیئر کرکے اور سرکاری مہموں میں حصہ لےکر ہم دوسروں کو ترغیب دے سکتے ہیں۔

ماحولیاتی صفائی اور پائیداری ہمارے پورے ملک بلکہ کرۂ ارضی کی فلاح و بہبود کے لیے ضروری ہے۔ دیہاتوں اور شہروں میں عام لوگ فضلات کے انتظام، پانی کے تحفظ، قدرتی وسائل کے تحفظ، توانائی کے تحفظ اور تعلیم کے ذریعے ماحول کو بہتر کر سکتے ہیں۔ پائیدار طریقوں کو اپنا کر، بیداری کو فروغ دے کر اور اپنا فرض نبھاکر ہم ایک سرسبز، صحت مند اور ترقی پذیر مستقبل کو تلاش کرسکتے ہیں۔ آیئے ہم ہاتھ سے ہاتھ ملائیں، اپنے لیے اوراپنے بعد آنے والی نسلوں کے لیے ماحول کی صفائی اور تحفظ کے لیے ایک مہم چھیڑ دیں۔

مشق اور سوالات :

(۱) اس سبق سے پانچ مشکل الفاظ تلاش کیجیے اور ان کے معانی بھی لکھیے:
(۲) نیپال سرکار ماحول کو صاف ستھرا رکھنے کے لیے کیا کیا کررہی ہے؟
(۳) آپ اپنے گھر کی کی صفائی میں کیسے حصہ لیتے ہیں؟
(۴) آپ اپنے اسکول کے ماحول کو صحت مند بنانے کے لیے کیا قربانی دے سکتے ہیں؟
(۵) صاف ستھرے ماحول کے لیے صاف پانی کیوں ضروری ہے؟
(٦) اس سبق کو غور سے پڑھیے اور جن قدرتی وسائل کا ذکر کیا گیا ہے ان کی فہرست تیار کیجیے۔

اسم :

کسی جگہ شخص یا چیز کے نام کو اسم کہا جاتا ہے۔ شمار اور گنتی کے لحاظ اسم کی دو قسمیں ہیں۔

واحد:

واحد وہ اسم ہے جو ایک سے زیادہ چیزوں پر دلالت کرے۔ جیسے لڑکا، لڑکی، قلم، کتاب ۔

جمع:

جمع وہ اسم ہے جو ایک سے زیادہ چیزوں یا افراد کے لیے بولاجائے۔ جیسے لڑکے، لڑکیاں، گھوڑے، صحابہ ۔

سبق نمبر ۱۰

ریڈیو اور ٹیلی ویژن کی ایجاد

انیسویں صدی کے آخر میں سائنس اور ٹیکنالوجی کے شعبے میں بڑی تیزی کے ساتھ ترقی ہوئی اور ایک انقلاب آیا۔اپنی بات پہنچانے اور دور تک پہنچانے کے ذرائع میں حیرت انگیز ترقیاں ہوئیں۔ اسی زمانے میں یورپ میں جدید ترقیاتی دور کا آغاز ہو چکا تھا۔ اس زمانے کی سائنس کی ایجادات نےانسانی زندگی کو بدل کر رکھ دیا۔

ریڈیو کی ایجاد: ایک معروف سائنسداں گوگلیمو مارکونی نے ۱۸۹۶ عیسوی میں ریڈیو ایجاد کی جس نے ہمارے ترسیلی نظام میں انقلاب برپا کر دیا۔ ریڈیو دراصل وائر لیس کی ایجاد کے بعد ہی ممکن ہو سکا۔ ۱۸۹۶ میں اٹلی کے ایک سائنس داں نے وائر لیس کی ایجاد کی تھی، جس کے ذریعہ آواز دور تک پہنچانا آسان ہوا اور پھر اس کے بعد ہی بہ تدریج ریڈیو اور ٹیلی ویژن کی ایجاد ممکن

ہو سکی اور دھیرے دھیرے دنیا سمٹ کر ایک گاؤں کی طرح ہو گئی کیوں کہ ان دونوں ایجادات نے معلومات، خبروں، واقعات و حادثات کو سکینڈوں میں دنیا کے کونے کونے میں پہنچانا شروع کر دیا۔

۱۹۰۶ عیسوی میں رینالڈ اے نے اپنے ذاتی تجرباتی اسٹیشن سے کرسمس کی شام کو ایک پروگرام نشر کیا، اسے ہی اولین ریڈیو پروگرام کی حیثیت حاصل ہے لیکن باقاعدہ نشریات کا آغاز انیس سو بیس کو امریکہ کے ایس ٹی پیٹرس برگ کے کے۔ ڈی۔ کے۔ اے۔ اسٹیشن سے ہوا۔دوسری طرف مارکونی کمپنی نے بھی اپنی نشریات کا آغاز کیا۔اس کے فائدوں کو دیکھتے ہوئے محض ایک سال کے اندر امریکہ میں آٹھ نئے ریڈیو اسٹیشن قائم ہو گئے۔اسی طرح ۱۱/ مئی ۱۹۲۲ کو برطانیہ میں پہلا با قاعدہ پروگرام نشر کیا گیا اور برٹش براڈ کاسٹنگ کمپنی قائم ہوئی جو بعد میں جنوری ۱۹۲۷ میں کارپوریشن میں تبدیل ہو گئی۔

نیپال میں ریڈیو: ہمارے ملک نیپال میں ریڈیو نشریات کا آغاز پہلی بار اپریل ۱۹۵۲ عیسوی میں ہوا۔کاٹھمانڈو کے سنگھ دربار میں "ریڈیو پرجا تنتر" کے نام سے اس کا آغاز کیا گیا اور بعد میں اس کا نام ریڈیو نیپال رکھا گیا۔ پھر ۱۹۹۴ عیسوی کے اپریل مہینہ میں علاقائی یا صوبائی نشریاتی مراکز قائم کیے گئے اور بڑے پیمانے پر ریڈیو کا استعمال کیا جانے لگا۔ اب تو پورے ملک میں ریڈیو کے ذریعے نیپالی اور اردو کے علاوہ مقامی زبانوں کی بھی نشریات ہر علاقے میں کی جاتی ہیں جیسے بھوج پوری، اودھی، میتھلی،نیواری، کیراتی اور دیگر بہت سی زبانوں میں ان سے جڑے تہذیبی پروگرام نشر ہوتے ہیں۔ ایف ایم ریڈیو نے اس کی شہرت اور مقبولیت میں مزید چار چاند لگا دیے ہیں اور نوجوان طبقہ اپنا بہت سا وقت ریڈیو نشریات پر صرف کرتا نظر آتا ہے۔

ٹیلی ویژن کی ایجاد: ریڈیو کی طرح ٹیلی ویژن بھی سائنس کے عجائبات میں سے ایک ہے۔ ٹیلی ویژن ایجاد کے بعد سے زندگی کے تمام شعبوں کے افراد کے لیے یہ تفریح کا بہترین ذریعہ بن گیا ہے۔ اس کے ذریعہ دنیا کے مختلف حصے اور دور دراز کی خبریں، واقعات، ترقیاں اور نہ جانے کیا کیا معلومات گھر بیٹھے حاصل کر سکتے ہیں، تاہم موبائل فون کی ایجاد کے ساتھ، ٹیلی ویژن کی مقبولیت میں کچھ کمی ہوئی ہے لیکن پھر بھی، ٹیلی ویژن کو مواصلات اور تفریح کا ایک جدید ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔ بچے اور بڑے اپنی تفریح کے لیے اکثر ٹیلی ویژن دیکھتے ہیں۔دراصل ریڈیو کی ہی ترقی یافتہ شکل ٹیلی ویژن ہے۔ ریڈیو پر تصویریں اور ویڈیو دیکھانا ممکن نہیں ہوتا ہے صرف آواز سنی جاتی ہے لیکن ٹی وی پر ہم تصویریں، ویڈیوز یا فلمیں براہ راست سن بھی سکتے ہیں اور دیکھ بھی سکتے ہیں۔

ٹیلی ویژن کا مطلب: لفظ 'ٹیلی' کا مطلب ہے فاصلہ اور 'وژن' کا مطلب ہے نظر۔ لہٰذا لفظ 'ٹیلی ویژن' کا مطلب ہے دور سے دیکھنا۔ ٹیلی ویژن آواز اور

تصویروں کی ترسیل کا کام کرتا ہے۔ ہم اس کے ذریعے دنیا کے مختلف حصوں میں ہونے والے واقعات اور خبروں کو دیکھ سکتے ہیں۔

ٹیلی ویژن کی ایجاد: ٹیلی ویژن سب سے پہلے سکاٹ لینڈ کے ایک سائنسداں جان لوگی بیرڈ نے ۱۸۷۸ء میں ایجاد کیا تھا۔ اس وقت ٹیلی ویژن بہت بڑا ہوتا تھا اور ایک انسان اسے ایک جگہ سے دوسری جگہ نہیں لے جا سکتا تھا۔ پھر ۱۹۲۷ عیسوی میں سان فرانسیسکو میں ایک نوجوان سائنس داں فیلو ٹیلر فرانسورتھ نے الیکٹرانک ٹیلی ویژن کا ایجاد کیا اور پھر دنیا بھر میں اس کی مقبولیت عام ہوتی گئی۔

نیپال میں ٹیلی ویژن کی آمد: ہمارے ملک نیپال میں ٹیلی ویژن پہلی بار ۱۹۸۳ عیسوی میں شروع کیا گیا۔اس کا نام این ٹی وی یعنی نیپال ٹیلی ویژن رکھا گیا۔نیپال سرکار نے اسے اپنی نگرانی اور ملکیت میں جاری کیا اور آج تک این ٹی وی کے نام سے جاری ہے۔ موجودہ دور میں نیپال ٹیلی ویژن کے علاوہ کانتی پور ٹیلی ویژن، این ٹی وی پلس ایچ ڈی اور این ٹی وی نیوز وغیرہ مشہور ہیں۔

تفریح کا ایک ذریعہ: آج کل ٹیلی ویژن بہت مقبول ہو گیا ہے۔ عام طور پر قصبے یا شہر کے ہر گھر میں ٹیلی ویژن موجود ہوتا ہے۔ ٹیلی ویژن سے ہم کافی لطف اندوز ہوتے ہیں۔ یہ معمول کے کام سے ہماری تھکاوٹ کو دور کرنے میں کافی مدد کرتا ہے۔ٹیلی ویژن سب سے زیادہ ناقابل یقین سائنسی ایجاد ہے۔اس میں ہر قسم کے پروگرام نشر کیے جاتے ہیں۔یہ قوم اور معاشرے کو بیدار کرنے کا ایک طاقتور ذریعہ ہے۔آج کل ہر گھر میں ٹیلی ویژن موجود ہوتا ہے۔ ٹیلی ویژن پر مختلف قسم کے موضوعات پر گفتگو کی جاتی ہے جس کے ذریعے

ہمیں اہم معلومات ملتی ہیں۔ ٹیلی ویژن قومی کردار کی تشکیل اور تدریسی نظام میں انقلابی کردار ادا کر سکتا ہے۔ ٹیلی ویژن کے ذریعے تمام معلومات، واقعات کو دیکھا اور سنا جا سکتا ہے۔ٹیلی ویژن ہمیں تعلیم کے ساتھ ساتھ تفریح بھی فراہم کرتا ہے۔ضرورت سے زیادہ ٹیلی ویژن دیکھنا نہ صرف ہماری آنکھوں کے لیے نقصان دہ ہے بلکہ اس سے ہمارا وقت بھی ضائع ہوتا ہے۔

ٹیلی ویژن کا مثبت استعمال: ٹیلی ویژن کی خوبیاں بہت زیادہ ہیں۔ پوری دنیا اس سے معلومات حاصل کرتی ہے۔ یہ ہمیں دنیا کی سیاست، سائنس، کھیل اور تفریح کے بارے میں آگاہ کرتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ رابطے کا بھی ایک بہترین ذریعہ ہے۔اس کے ذریعہ دنیا کے دور دراز علاقوں کی معلومات فراہم ہوتی ہیں، اس کے ذریعہ بچوں کو علمی و سائنسی معلومات،کھیل کو د اور تفریحی پروگراموں سے واقفیت ہوتی ہے۔ مختلف قسم کے فن کار اور علمی شخصیات کو

ہم سننے کے ساتھ دیکھ پاتے ہیں۔ملکوں کے سیاسی، سماجی و معاشی نظام اور دنیا میں انسانی آبادی کے مسائل کی براہ راست معلومات حاصل ہوتی ہیں۔

ٹیلی ویژن کے نقصانات: ٹیلی ویژن کے کچھ نقصانات بھی ہیں۔ ہمارے نوجوان لڑکے اور لڑکیاں پڑھنے کی بجائے اسے دیکھنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ ٹیلی ویژن پر غلط قسم کی تصویریں، فلمیں اور غیر مہذب و عریاں تصویریں دکھائی جاتی ہیں جن کی وجہ سے نہ صرف ہمارے ایمان کو خطرہ ہوتا ہے بلکہ ہمارا اور ہمارے بچوں کا ذہن ودماغ تخریبی و بے ہودہ چیزیں دیکھنے کی طرف مائل ہوجاتا ہے اور بعض اوقات اس کی وجہ سے وہ اپنی پڑھائی کو نظرانداز کر دیتے ہیں اور ان کا کردار اور مستقبل دونوں برباد ہو جاتا ہے۔

در اصل سائنسی ایجادات اپنے آپ میں غلط نہیں ہیں بلکہ ان کا استعمال صحیح یا غلط ہوتا ہے۔ اگر ریڈیو اور ٹی وی کا استعمال مثبت اور اچھی معلومات کے لیے کیا جائے تو اس سے اہم معلومات کا خزانہ جمع کرسکتے ہیں مثلاً اگر اس کے ذریعہ قرآن کی تلاوت اور اس کے ترجمے نشر ہوں تو بڑا فائدہ ہوگا، مگر وہیں اس کا استعمال فحش اور غیر مناسب مواد کی تشہیر کے لیے کیا جائے تو یہ سراسر نقصان کا ذریعہ ہی ہوگا اور ہم اور ہمارا سماج برائیوں کی طرف بڑھتا جائے گا۔

مشق اور سوالات:

(۱) آپ اپنے دوستوں کی مدد سے ایک لسٹ تیار کریں جس میں ٹیلی ویژن اور ریڈیو کے فوائد درج ہوں۔

(۲) ٹیلی ویژن پر کم سے کم دس جملے لکھیں۔

(۳) ریڈیو کو کس نے اور کب ایجاد کیا؟
(۴) ریڈیو اور ٹیلی ویزن میں کیا فرق ہے؟
(۵) ٹیلی ویزن کے کیا کیا نقصانات ہیں لکھیں؟
(٦) اس سبق سے دس ایسے الفاظ تلاش کیجیے جو جمع ہوں۔

معلومات حاصل کریں:

(۱) نیپال میں ریڈیو اور ٹی وی پروگرامس کب کب شروع ہوئے؟
(۲) نیپال کے معروف ٹی وی چینلس کے نام کیا کیا ہیں؟
(۳) ٹیلی ویزن سے آپ کیا کیا معلومات حاصل کر سکتے ہیں؟

جوڑے ملائیں:

الف	ب
انیسویں صدی عیسوی	سنہ ۱۹۲۷ عیسوی میں ہوا
نیپال میں ٹیلی ویزن کا استعمال	۱۹۸۳ عیسوی سے کیا گیا
ریڈیو کا موجد	جان لوگی بیرڈ کو مانا جاتا ہے
ٹیلی ویزن کا موجد	گوگلیمو مارکونی ہے
ریڈیو کا ایجاد	سنہ ۱۸۹٦ عیسوی میں ہوا۔
پہلا الیکٹرونک ٹیلی ویزن کا ایجاد	سائنسی ترقی و انقلاب کی صدی ہے

عیدین

اسلامی تیوہار: اسلامی تیوہار دو ہیں۔ عید الفطر یعنی روزہ کھولنے کی عید۔ عید الاضحیٰ یعنی قربانی کی عید۔ ان کو عیدین کہتے ہیں عید الفطر اس خوشی میں مناتے ہیں کہ رمضان کے جو روزے ہم پر فرض کیے گئے تھے، اللہ تعالیٰ نے اس کو پورا کرنے کی توفیق بخشی اور اس کی برکتوں سے مالا مال کیا۔ چناں چہ شکرانہ کے طور پر دو رکعت نماز پڑھتے ہیں۔ یہ عید شوال کی پہلی تاریخ کو مناتے ہیں۔ اس دن اللہ تعالیٰ انعامات کی بارش کرتا ہے اور صدقہ فطر کی بدولت رمضان کی کوتاہیوں سے درگزر فرماتا ہے۔

عید الاضحیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کی یاد میں مناتے ہیں۔ اس لیے اسے عید قرباں بھی کہتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا: 'ما هذه الاضاحی' یہ قربانیاں کیا ہیں؟ تو

آپ ﷺ نے فرمایا: ھی سُنۃُ أَبِیکُمْ إِبْرَاھِیمَ تمہارے باپ ابراہیم کی سنت ہے (ترمذی)۔ عیدالاضحیٰ در اصل یہ پیغام دیتی ہے کہ جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی خوشی کے لیے اپنے اکلوتے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے گلے پر چھری رکھ دی اور حضرت اسماعیل علیہ السلام خوشی خوشی اپنی جان اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیش کرنے کے لیے تیار ہو گئے تھے، ضرورت پڑنے پر ہم بھی اللہ کی راہ میں اسی طرح اپنی جان پیش کر دیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قربانی کے جانوروں کے گوشت اور خون کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ بلکہ اصل حیثیت ان جذبوں اور ارادوں کی ہے جن کے تحت قربانی کی جاتی ہے۔ " قربانی کے جانوروں کا گوشت اور ان کا خون اللہ کو نہیں پہنچتا بلکہ تمہارا تقویٰ اسے پہنچتا ہے۔ یہ عید ۱۰ سے ۱۳/ ذوالحجہ تک مناتے ہیں۔ دس ذوالحجہ کو شکرانہ کے طور پر دو رکعت نماز ادا کرتے ہیں۔

اس کے بعد ۱۳ ذوالحجہ تک قربانی کرتے ہیں۔

عیدین کی نماز: رسول اللہ ﷺ نے ہجرت کے بعد مدینہ پہنچ کر عیدین کی نماز قائم کی۔ پھر ہر سال عیدین کا تیوہار منایا۔اورآپ کے ساتھیوں نے کبھی عید کی نماز نہیں چھوڑی۔ اس لیے ہر مسلمان پر عید کی نماز کا اہتمام ضروری ہے۔ عیدین کی نماز کا وقت سورج نکلنے کے بعد سے سورج ڈھلنے تک ہے۔ عید الاضحیٰ کی نماز جلدی پڑھتے ہیں تا کہ قربانی کے لیے زیادہ وقت مل جائے اور عید الفطر کی نماز کچھ تاخیر سے پڑھتے ہیں تا کہ صدقۂ فطر کی ادائیگی سے آنے والوں کو بھی سہولت میسر آجائے۔ عید کی نماز کے لیے نہ اذان ہوتی ہے اور نہ اقامت۔ حضرت جابر بن سمرہؓ کہتے ہیں کہ ”میں نے بار ہا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بغیر اذان اور اقامت کے دونوں عید کی نماز پڑھی ہے۔ (مسلم) عیدین کی نماز عام نمازوں کی طرح دو رکعت جہری پڑھی جاتی ہے۔ صرف اتنا فرق ہے کہ پہلی اور دوسری دونوں رکعتوں میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ زائد تکبیریں بھی کہی جاتی ہیں۔

عیدین میں خطبہ نماز کے بعد ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ، حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ عیدین کی نماز خطبہ سے پہلے پڑھتے تھے (مسلم)۔ خطبہ سننا بہت ضروری ہے۔ خطبہ میں رسول اللہ ﷺ کی حمد وثنا کے بعد نیک کاموں کی ترغیب دیتے اور برے کاموں کے انجام سے ڈراتے۔ صدقۂ فطر کے احکام بتاتے، صدقہ نکالنے پر ابھارتے اور اللہ کا خوف دلاتے۔ قربانی کے احکام بتاتے، حج کا شوق دلاتے اور قربانی کی تاریخ سنا کر اسلام پر مر مٹنے کا جذبہ بیدار کرتے تھے۔

عیدین کے آداب: عیدین کی نماز باجماعت اسلام اور مسلمانوں کی شوکت کا مظاہرہ ہے۔ اس لیے جتنی بڑی جماعت ہو سکے اتنا اچھا ہے تاکہ

مسلمانوں کی کثرت تعداد، قوت و طاقت، اخوت و مساوات اور اتحاد و یکجہتی کا زیادہ سے زیادہ اظہار ہو۔ نیز ایک دوسرے کو دیکھ کر تمام مسلمان تہذیب اور اسلامی عبادات سیکھ جائیں۔ اگر کوئی مجبوری ہو تو عیدین کی نماز مسجدوں میں بھی ادا کی جاسکتی ہے۔ عید گاہ آتے جاتے اور عید کے خطبہ میں بلند آواز سے تکبیر کہنا چاہیے (مسند شافعیؒ)۔ تکبیر کے الفاظ یہ ہیں: اللّٰہُ أَکْبَرُ اللّٰہُ أَکْبَرُ لَا إِلٰہُ إِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ أَکْبَرُ اللّٰہُ أَکْبَرُ وَ لِلّٰہِ الْحَمدُ اللہ یعنی اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اور اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ سب سے بڑا ہے اور سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے۔ تکبیرات کے یہ الفاظ وآہنگ کو دیکھیے۔ یہ اصلاً اللہ کی کبریائی اور بڑائی کا زبردست اعلان ہے۔

عید گاہ پیدل جانا چاہیے اور ایک راستے سے جانا اور دوسرے راستے سے لوٹنا چاہیے۔ ایسا اس لیے ہے تا کہ پوری آبادی اللہ تعالیٰ کی بڑائی اور توحید کے اعلان سے گونج اٹھے، ہر طرف کے لوگ اسلام کی عظمت و شوکت دیکھیں اور ایک دوسرے سے ملاقات بھی کر سکیں۔ عید کی نماز میں مردوں عورتوں اور بچوں سب کو شریک کروانا چاہیے۔ حضرت ام عطیہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے موقع پر ہم بھی عورتوں کو عید گاہ لے کر جائیں۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول نے ہم میں سے کسی کے پاس چادراور کپڑے نہیں ہوتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس کی بہن اسے اپنی چادر میں سے اڑھادے (بخاری، مسلم)۔

عید کے دن جائز حدود میں کھیل کود کرنا اور خوشیاں منانا چاہیے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ ایام تشریق تھے کہ حضرت ابو بکرؓ میرے گھر تشریف لائے، اس وقت میرے پاس دولڑکیاں تھیں جوجنگ بعاث کے مقتولوں کا

مرثیہ گا رہی تھیں اور دف بجاتی تھیں اور رسول اللہ ﷺ اپنے سر کو چادر سے لپیٹے ہوئے تھے۔ حضرت ابو ابوبکرؓ نے جب یہ دیکھا تو دونوں لڑکیوں کو ڈانٹا: اللہ کے رسول ﷺ کے گھر میں یہ ہورہا ہے؟ جب نبی اکرم ﷺ نے سنا تو فرمایا: اے ابوبکرؓ! ان لڑکیوں کو چھوڑ دو۔ ہر قوم کی عید ہوتی ہے اور یہ ہماری عید کا دن ہے(بخاری و مسلم)۔

قربانی: قربانی ہر صاحب استطاعت پر لازم ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص طاقت رکھتا ہو پھر بھی وہ قربانی نہ کرے وہ ہماری عید گاہ میں نہ آئے (ابن ماجہ)۔ زندگی میں صرف ایک بار قربانی کافی نہیں بلکہ جب تک استطاعت ہو ہر سال قربانی کرنا لازم ہے۔ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ ہر سال قربانی کیا کرتے تھے۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے وصیت کی کہ میں آپ ﷺ کی طرف سے قربانی کردوں چناں چہ میں

آپ ﷺ کی طرف سے قربانی کرتا ہوں (ابوداؤد، ترمذی)۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مردوں کی طرف سے قربانی کی جاسکتی ہے۔جب کہ بعض علمائے کرام نے لکھا ہے کہ یہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ خاص معاملہ ہے۔ میت کی جانب سے قربانی نہیں کی جائے گی۔ ان کے لیے ایصال ثواب کے دوسرے طریقے ہیں۔ جو آگے آپ دینیات یا فقہ کی کتابوں میں پڑھیں گے۔

جو شخص قربانی کا ارادہ رکھتا ہو اس کے لیے مسنون یہ ہے کہ ذوالحجہ کا چاند دیکھنے کے بعد قربانی سے پہلے نہ بال کٹوائے اور نہ ناخن ترشوائے بلکہ قربانی کے بعد بال کٹوائے اور ناخن تراشے۔ قربانی میں اونٹ، گائے، بیل، بھینس، مینڈھا، بکرا، بکری ذبح کیے جاتے ہیں۔ قربانی کا جانور بے عیب ہونا چاہیے، اندھا،لنگڑا، کان کٹا ہوا، دم کٹا ہوا، پاگل، بہت بیمار اور انتہائی د بلا جانور قربان کرنا درست نہیں بلکہ قربانی کے جانور کو فربہ اور تندرست چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: " قربانی کے جانوروں کوخوب کھلاؤ پلاؤ۔ انہیں موٹا کرو کیوں کہ وہ پل صراط پر تمہاری سواری بنیں گئے (ابن ماجہ)۔ قربانی کرتے وقت جانور کو قبلہ رخ لٹانا چاہیے پھر دعا پڑھنی چاہئیے اور دعا کے بعد جانور ذبح کرنا چاہیے۔

عیدین ہمیں خوشی کا موقع فراہم کرتی ہیں۔ اخوت و اجتماعیت کی تربیت دیتی ہیں۔ خود احتسابی اور شکر گزاری کی دعوت دیتی ہیں۔ قربانی اور بندگی کے بلند مقام تک پہنچاتی ہیں۔ پاکیزگی اور تجدید عہد کا سبق دیتی ہیں۔ تبدیلی اور انقلاب کا پیغام سناتی ہیں۔ لیکن کیا ہمیں عیدین سے یہ چیزیں حاصل ہوتی ہیں؟ کہیں ہم اس شعر کے مصداق تو نہیں؟۔

نماز، روزہ، قربانی اور حج　　　یہ سب باقی ہے تو باقی نہیں ہے

(اقبال)

مشق وسوالات:

۱۔ خالی جگہوں کو مناسب لفظ سے پر کیجیے:

(۴) عید الفطر۔۔۔۔۔۔کی پہلی تاریخ کو منائی جاتی ہے۔

(۵) عید الفطر یعنی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

(۶) عید کی نمازیں زائد۔۔۔۔۔۔۔۔کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں۔

(۷) عید الاضحیٰ یعنی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

(۸) صدقہ فطر کی بدولت اللہ۔۔۔۔۔۔۔ کی کوتاہیوں سے درگزر فرماتا ہے۔

۲۔ مندرجہ ذیل غلط بیان کو درست کر کے دوبارہ لکھیے :

(۱) عید الاضحیٰ کی نماز جلدی پڑھتے ہیں تا کہ صدقہ ادا کیا جاسکے۔

(۲) عیدین میں خطبہ نماز سے پہلے ہوتا ہے۔

(۳) عید الفطر کے موقع پر ہر فرض نماز کے بعد تکبیر پڑھنا مسنون ہے۔

۳۔ نامکمل جملوں کو مکمل کر کے دوبارہ لکھیے:

(۱) قربانی کے جانوروں کا خون اور گوشت اللہ کو نہیں پہنچتابلکہ..........

(۲) جو شخص طاقت رکھتا ہو پھر وہ قربانی نہ کرے..............

(۳) قربانی کے جانور کو موٹا کرو کیونکہ....................

۴۔مندرجہ ذیل سوالوں کے مختصر جواب لکھیے:

(۱) " مَا ھٰذِہِ الا ضَاحِی" کا کیا جواب ملا؟

(۲) عیدین سے کون سے فائدے حاصل ہوتے ہیں؟

(۳) قربانی کے جانور میں کیا خوبیاں ہونی چاہئیں؟
(۴) مختصر سیاق و سباق لکھیے: ان لڑکیوں کو چھوڑ دو۔ ہر قوم کی عید ہوتی ہے اور یہ ہماری عید کا دن ہے۔
(۵) گذشتہ عیدالاضحیٰ کیسے گذری ؟ اس پر ایک مضمون لکھیے۔
(٦) آپ اپنے استاذ سے قربانی کی دعا سیکھیے اور یاد کر کے سنائیے۔

۵۔مندرجہ ذیل الفاظ میں مذکر اور مؤنث کی پہچان کیجئے

تیوہار	عید	قربانی	چھری	جانور
جماعت	خطبہ	ناخن	موقعہ	خوشی

٦۔ فعل کی تعریف لکھیے۔

سبق نمبر ۱۲

آنکھوں کی حفاظت

آنکھیں قدرت کا انمول تحفہ ہیں، لیکن اکثر لوگ ان کی صحت مندی کی طرف توجہ نہیں دیتے، جس کی وجہ سے ان کی آنکھیں جلد خراب ہوجاتی ہیں۔ آنکھیں بھی جسم کے دوسرے اعضاء کی طرح بھر پور توجہ چاہتی ہیں۔ ان کی مناسب دیکھ بھال سے ہم نہ صرف اپنی بینائی درست رکھ سکتے ہیں بلکہ اس سے اعصابی راحت بھی ملتی ہے۔

انسان کا ہر عضو اور ہر صلاحیت اللہ کی بیش بہا نعمت ہے۔ اس کی حفاظت اور مناسب دیکھ بھال ہر انسان کی ضرورت بھی ہے اور اللہ کی طرف سے عائد کردہ ذمہ داری بھی ہے، لیکن آنکھوں کا معاملہ کچھ زیادہ ہی نازک

ہے۔ اگر انسان آنکھوں سے یعنی قوتِ بصارت سے محروم ہو جائے تو پوری زندگی اندھیرا بن جاتی ہے۔ آنکھیں بہت زیادہ نازک ہوتی ہیں۔ اور یہ جتنی نازک نظام کی مالک ہیں لوگ ان کے سلسلے میں اتنے ہی زیادہ غیر حساس اور لاپرواہ واقع ہوئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس وقت بالخصوص گاؤں اور دیہات میں آنکھوں کے مریضوں کی تعداد بہت زیادہ ہوتی جارہی ہے۔ اس کا سبب جہاں لوگوں کی آنکھوں کی حفاظت کے سلسلے میں لاپرواہی ہے وہیں ناواقفیت اور جانکاری کا نہ ہونا بھی ہے۔

اللہ کی اس بیش بہا نعمت کی حفاظت اور احتیاط کے گُر سیکھنا انتہائی ضروری ہے۔ ذیل میں آنکھوں کی حفاظت کے تعلق سے کچھ ترکیب بیان کیے جا رہے ہیں۔

☆ صاف ستھرا رہنا چاہیے، چہرے اور ہاتھوں کو دن میں کم از کم پانچ بار دھونا چاہیے، گندے ہاتھ کبھی آنکھوں کو نہیں لگانا چاہیے، مکھیوں وغیرہ کو آنکھوں سے دور رکھنا چاہیے، خاص کر چھوٹے بچوں کے چہرے پر مکھیاں نہ بیٹھنے پائیں۔

☆ چہرہ پوچھنے کے لیے پورے گھر کے لوگوں کو ایک ہی تولیہ صابن اور رومال استعمال نہیں کرنا چاہیے۔

☆ متوازن غذا کھانا چاہیے جس میں کاربوہائیڈریٹ، فیٹ، پروٹین اور وٹامن اور ضروری معدنیات شامل ہوں، جو دودھ، دہی، مکھن، انڈا، مچھلی، گوشت، دالوں، سبزیوں، پھلوں اور خشک میووں کی مناسب مقدار سے حاصل ہوسکتے ہیں۔

☆ کبھی کبھی ذرا سی دیر کے لیے ایک آنکھ کو بند کر کے دوسری آنکھ سے دیکھنا چاہیے کہ آیا دونوں آنکھوں کی نظر یکساں ہے یا پہلے جیسی ہے یا کچھ فرق ہے، اگر فرق محسوس ہو تو آنکھوں کے ڈاکٹر سے مشورہ کرنا چاہیے۔

☆ پڑھائی لکھائی کے دوران کاپی کتاب، موبائل اور کمپیوٹر اسکرین کو کم از کم ڈیڑھ فٹ کے فاصلے پر رکھنا چاہیے۔
☆ تیز دھوپ میں باہر نکلنا ہو تو سر پر مناسب تولیہ یا رومال رکھ کر چلنا چاہیے۔
☆ نہاتے وقت یا وضو کرتے وقت آنکھوں کو کھول کر پانی کا ہلکا چھینٹا لینا چاہیے، اس سے آنکھوں کے اندر کی صفائی ہوجاتی ہے۔
☆ اگر آنکھوں کو چشمہ کی ضرورت ہو تو بغیر چشمہ کے کام نہیں کرنا چاہیے۔

صحت کے لحاظ سے آنکھوں کی حفاظت کتنا اہم اور ضروری ہے۔درج بالا باتیں اس سلسلہ میں بڑی اہمیت رکھتی ہیں۔اگلے سطور میں اب ہم بتائیں گے کہ آنکھوں کو روحانی اور اخلاقی لحاظ سے بھی بچانا کتنا ضروری ہے۔

یادرکھو! اسلام پاک وصاف معاشرے کی تعمیر اور انسانی اخلاق و عادات کی تہذیب کرتا ہے اور اپنے ماننے والوں کی تہذیب اور پُر امن معاشرے کے قیام کے لیے جو اہم تدابیراختیار کرتا ہے، وہ ہے انسانی جذبات کو ہر قسم کے ہیجان سے بچانا اور پاکیزہ زندگی کا قیام اسلام نے نظر کی حفاظت پر خصوصی

زور دیا ہے۔ چونکہ بد نظری یعنی کسی اجنبی پر غلط یا بری نظر ڈالنا ہی برائیوں کا نقطۂ آغاز ہے، اس لیے قرآن وحدیث میں اس سلسلے میں واضح ہدایات دی گئی ہیں۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ کتنی ہی نظریں ہیں جو سامنے والے کے دل میں ایسے چبھ جاتی ہیں، جیسے کہ کمان اور تانت کے درمیان تیر ہوتا ہے۔یہ ایک حقیقت ہے جس کا کوئی سمجھ دار انسان انکار نہیں کر سکتا کہ نگاہ کا غلط استعمال انسان کے لیے نقصان دہ ہے۔ اسی لیے شریعت نے عفت و عصمت کی حفاظت کے لیے غض بصر یعنی نگاہیں جھکا کر رکھنے کا حکم دیا ہے۔بدنظری شیطان کے زہر آلود تیروں میں سے ایک زہریلا تیر ہے۔ جو شخص اللہ کے خوف کی وجہ سے بدنظری چھوڑ دے گا اللہ اس کو ایک ایسی ایمانی قوت دے گا جس کی مٹھاس وہ اپنے دل میں محسوس کرے گا۔

بہت سے فتنوں اور آفتوں کا بنیادی سبب نگاہ کا غلط استعمال ہے۔ دل میں قسم قسم کے خیالات و تصورات اور اچھے بُرے جذبات کا پیدا ہونا اور برانگیختہ ہونا، اسی نگاہ کے سبب ہے۔ اسی لیے اسلام میں نگاہوں کو نیچا رکھنا اور ان کی حفاظت کرنا، بڑی اہمیت کا حامل ہے۔نبی اکرم ﷺ کی سنت ہے کہ ہمیشہ نظریں جھکاکر چلتے تھے۔ بدنظری کا سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ اس سے حسرت وافسوس اور رنج و غم کی کیفیت ہو جاتی ہے۔

قیامت کے دن تین قسم کی آنکھوں کے علاوہ کوئی ایسی آنکھ نہ ہوگی جو رو نہ رہی ہوگی۔پہلی آنکھ وہ ہے جو غیر محرم یعنی اجنبی عورت کی طرف دیکھنے سے بچی ہوگی۔دوسری وہ آنکھ جو اللہ عزوجل کی خاطراللہ کی راہ میں جاگتی رہی، پہرہ دیتی رہی یا سرحدوں کی حفاظت میں مشغول رہی۔ تیسری وہ آنکھ جس کے بارے میں جان کر آپ کے بھی رونگٹے کھڑے ہوجائیں گے۔ یعنی وہ آنکھ جس سے خوف خدا میں مکھی کے سر کے برابر بھی آنسو نکلا ہو۔

اللہ تعالیٰ نے خصوصیت کے ساتھ قرآن پاک میں نظر کی حفاظت کے سلسلہ میں ہدایات دی ہیں۔ چناں چہ مؤمن مردوں کی طرح مؤمنہ عورتوں کو بھی نگاہیں نیچی رکھنے کا حکم دیا ہے، کیوں کہ نگاہوں کی خرابی ہی انسان کو عملاً بہت جلد برائی میں مبتلا کر دیتی ہے۔

مشق اور سوالات:

۱۔ درج ذیل سوالوں کے جواب لکھیے:

(۱) آنکھوں کی حفاظت کی اہمیت پر پانچ جملے لکھیے:

(۲) پڑھائی لکھائی کے دوران کتاب،کاپی اور آنکھوں کے درمیان کتنا فاصلہ

ہونا چاہیے ؟

(۳) وہ کون سی تین قسم کی آنکھیں ہیں جو قیامت کے دن نہیں روئیں گی؟

(۴) آپ اپنی آنکھوں کی حفاظت کے لیے کیا کیا کرتے ہیں؟

۲۔ درج ذیل جملہ کی تشریح اپنے الفاظ میں لکھیے:

"بدنظری شیطان کے زہر آلود تیروں میں سے ایک زہریلا تیر ہے۔"

۳۔ درج ذیل عبارت میں خالی جگہ پر کیجیے:

متوازن..... کھانا چاہیے جس میں کاربوہائیڈریڈ.....پروٹین اور وٹامن و ضروری..... شامل ہوں، جو دودھ، دہی، مکھن، انڈا......... گوشت، دالوں، سبزیوں...... خشک میوؤں کی مناسب......سے حاصل ہوسکتے ہیں۔

۴۔درج ذیل ترکیب میں موصوف اور صفت کی پہچان کیجیے:

زہر آلود تیر	پاک و صاف معاشرہ
خشک میوہ	انمول تحفہ

۵۔ درج ذیل الفاظ میں لواحق و سوابق کی پہچان کیجیے:

بدنظری	نظر باز	دیکھ بھال
غیر حساس	لاپرواہ	صحت مند

۶۔ درج ذیل الفاظ کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے۔

انمول	بینائی	سطور
جذبات	اسکرین	

سبق نمبر ۱۳

سارک کی تاریخ

سارک یعنی جنوبی ایشیائی ممالک کی تنظیم جو اصلاًایک اقتصادی اور سیاسی تنظیم ہے۔جس میں جنوب ایشیاء کے آٹھ ممالک شامل ہیں۔یعنی بھارت، پاکستان، بنگلہ دیش، سری لنکا، نیپال، بھوٹان، مالدیپ اور افغانستان۔ یہ آبادی کے لحاظ سے دنیا کی سب سے بڑی علاقائی تنظیم ہے جو تقریباً ۲ ارب لوگوں کی نمائندگی کرتی ہے۔ایک اندازے کے مطابق "سارک تنظیم" میں شامل آٹھ ایشیائی ملکوں کی آبادی دنیا کی ۲۳فیصد کے برابر ہے۔ مگر یہ آبادی اپنے اندر دنیا کی چوالیس فیصد غربت بھی رکھتی ہے۔

یہ تنظیم ۸ دسمبر ۱۹۸۵ء کو بھارت، پاکستان، بنگلہ دیش، سری لنکا، نیپال، مالدیپ، اور بھوٹان نے قائم کی تھی۔۳ /اپریل ۲۰۰۷ء کو نئی دہلی میں ہونے والے تنظیم کے ۱۴ ویں اجلاس میں افغانستان بھی آٹھویں رکن کی حیثیت سے اس تنظیم میں شامل کیا گیاتھا، اس طرح شروع میں سات ملکوں پر

مشتمل سارک میں اب کل آٹھ ممالک ہو گئے ہیں۔

سارک ممالک کے اتحاد کا نظریہ دراصل ۱۹۷۰ء کے آخر میں بنگلہ دیش کے صدر ضیاء الرحمٰن نے پیش کیا تھا، انھوں نے جنوبی ایشیائی ممالک پر مشتمل ایک تجارتی بلاک کا خیال پیش کیا تھا جسے بعد میں سارک رکن ممالک کا نام دیا گیا۔ ۱۹۸۱ء میں کولمبو میں ہونے والے ایک اجلاس میں بھارت، پاکستان اور سری لنکا نے بنگلہ دیشی تجویز کو تسلیم کیا۔ اگست ۱۹۸۳ء میں ان رہنماؤں نے نئی دہلی میں منعقدہ ایک اجلاس میں جنوبی ایشیائی علاقائی تعاون کے معاہدے کا اعلان کیا۔

ان ایشیائی ممالک نے جن میں نیپال، مالدیپ اور بھوٹان بھی شامل ہیں،درج ذیل شعبہ جات میں آپسی تعاون کا اظہار کیا:

- زراعت و دیہی ترقی یعنی کھیتی باڑی اور زراعت کو بڑھاوا دینا
- مواصلات، سائنس، ٹیکنالوجی اور موسمیات، روڈ، سفر کی دیگر سہولیات، جدید ٹیکنا لوجی کو فروغ دینا اور ماحول کو خوشگوار بنائے رکھنا
- عام انسانوں کی صحت کے مسائل کو حل کرنا اور علاج معالجہ کو آسان بنانا اور آبادی کو فروغ دینا اور اس کے مسائل کو حل کرنا،نیز ضروریات زندگی کو آسان بنانا وغیرہ۔
- ذرائع نقل و حمل، ایک ملک سے دوسرے ملک کا سفر، سامان و اسباب کا لانا لے جانا اور دیگر مسائل کو حل کرنا
- انسانی ذرائع کی ترقی

سارک اجلاس کے ایجنڈے میں سب سے اہم معاملہ جنوبی ایشیا میں آزادانہ تجارت کو فروغ دینے والا معاہدہ کے مسودے پر اتفاق کی ضرورت

ہے۔ علاقائی تعاون کی تنظیم سارک میں چار ایسے ممالک شامل ہیں جنہیں اقوام متحدہ کے اقتصادی معیار کے تحت انتہائی غریب ملک کہا جاتا ہے: بنگلہ دیش، بھوٹان، نیپال اور مالدیپ۔یہ چاروں ممالک مطالبہ کررہے ہیں کہ ان ممالک میں انہیں تجارت کرنے کے لیے خصوصی اختیارات دیے جائیں تاکہ ان کے تاجروں کو علاقائی منڈی میں تحفظ حاصل ہوسکے۔ لیکن بڑے ممالک یہ ماننے کو تیار نہیں ہیں۔

ان ممالک کے درمیان ہونے والے بین الاقوامی مذاکرات بعض کامیاب بھی ہوئے ہیں اور بعض ناکام۔ لیکن ہر حال میں ایسے مواقع کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کے شرکاء اپنے دوطرفہ تعلقات کو فروغ دینے کی کوشش کرتے ہیں۔سارک ممالک کے آپسی اتحاد کا یہ ایک بڑا فائدہ ہے۔

سارک اپنے رکن ممالک کے داخلی سیاسی معاملات میں مداخلت سے باز رہتا ہے اور کوئی ملک بظاہر دوسرے ملک کے سیاسی مسائل میں مداخلت نہیں کرتا۔ مگر یہ بات بھی واضح ہے کہ بڑے ممالک اپنے مفادات کی خاطر چھوٹے ملکوں کے سیاسی امور پر اثر انداز ہونے کی پوری کوشش کرتے ہیں۔

سارک رکن ممالک وقتاً فوقتاً آزاد تجارت کے معاہدے پر دستخط کے لیے اپنی عدم رضامندی کا اظہار کر چکے ہیں۔ حالانکہ بھارت، مالدیپ، نیپال، بھوٹان اور سری لنکا کے ساتھ کئی تجارتی معاہدے ہو چکے ہیں۔ ۱۹۹۳ء میں ڈھاکہ میں سارک ممالک نے خطے میں بتدریج کم محصولات کے لیے ایک معاہدے پر دستخط کیے۔ اس معاہدے کے تحت سارک رکن ممالک ۲۰۰۷ء سے اپنے محصولات میں ۲۰ فیصد کمی کریں گے۔ لیکن یہ کوشش بھی کارگر نہیں ہوئی۔

سارک ممالک نے اپنے قیام کے دنوں سے ہی اتحاد، بقائے باہمی، روز مرہ

کے زندگی کے وسائل کی بہ سہولت فراہمی، آپس میں ایک دوسرے ملکوں میں آمد و رفت اور وسائل زندگی کو فراہم کرانا، تجارت کوآسان بنانا اور ترقی دینا اور دیگر مسائل میں ایک دوسرے کو تعاون فراہم کرنا جیسے اہم امور پر اتفاق کیا ہے۔

ان امور پر ان ممالک کو کامیابیاں بھی ملی ہیں تاہم امید کی جاتی ہے کہ آئندہ دنوں ترقیاتی امور پر مزید غور و فکر کیا جائے گا اور عام انسانوں کی فلاح و بہبود اور ضروریات زندگی کو آسان طریقے سے فراہم کرنے کے طریقوں پر غور کیا جائے گا۔دراصل ان ممالک کی مضبوط اتحاد کی شکل میں خوش حالی اور بہتر نظام زندگی کی خواہش عام لوگوں کی بھی ہے تاہم مکمل کامیابی کے امکانات نظر نہیں آتے کیوں کہ ان میں سے بڑے ممالک کے مفادات آڑے آجاتے ہیں اور غریب ملکوں کی عوام پر ان کی نظر جاتی ہی نہیں۔ یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ انسانوں کے بنائے ہوئے اپنے اصول مفاد پرستی اور نفع کی بے جا خواہش کا شکار ہو جاتے ہیں جب کہ اللہ کے بنائے ہوئے زندگی کے اصول تمام انسانوں اور تمام خطوں کے لیے اور تمام تر مفادات سے پاک ہوتے ہیں۔

مشق اور سوالات:

ا: درج ذیل سوالات کے جواب دیجیے:

(۱) سارک میں کون کون سے ممالک شامل ہیں؟

(۲) سارک کا کیا مطلب ہوتا ہے؟

(۳) سارک ممالک نے کن امور کو حل کرنے کے لیے آپسی اتحاد قائم کیا ہے؟

(۴) سارک ممالک کا نظریہ کس ملک کے وزیر اعظم نے پیش کیا تھا؟
(۵) سارک ممالک کی کل آبادی کتنی مانی جاتی ہے؟

۲: آپ اپنی جماعت کے ساتھیوں کا گروپ بنا کر گاؤں کے مسائل پر بحث کیجیے اور انہیں حل کرنے کی تدبیر لکھیے:

۳: خالی جگہیں پر کیجیے:
سارک جنوبی ایشیا کے۔۔۔۔ ممالک کی ایک اقتصادی اور سیاسی۔۔۔۔۔ہے۔سارک میں شامل ممالک بھارت، پاکستان، بنگلہ دیش، سری لنکا،۔۔۔، بھوٹان، مالدیپ اور افغانستان ہیں۔ یہ آبادی کے لحاظ سے دنیا کی سب سے بڑی۔۔۔۔۔ تنظیم ہے جو تقریباً ۲ ارب لوگوں کی نمائندگی کرتی ہے۔ایک اندازے کے مطابق سارک تنظیم میں شامل آٹھ ایشیائی ملکوں کی آبادی دنیا کی ۲۳۔۔۔۔کے برابر ہے مگر یہ آبادی اپنے اندر دنیا کی چوالیس فیصد۔۔۔۔ بھی رکھتی ہے۔

۴: مسند و مسند الیہ کسے کہتے ہیں اور اس سبق سے اس کی پانچ مثالیں لکھیے:

۵: موصوف اور صفت کی ۵/۵ مثالیں لکھیے:

سبق نمبر ۱۴

اردو نثر کی تاریخ

اردو کا معنی ہے لشکر یعنی یہ ایک لشکری زبان ہے جس میں تمام زبانوں کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔ بطور خاص اس زبان میں فارسی، عربی، ہندی اور دیگر مقامی ہندوستانی زبانوں کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔ اس زبان کی تاریخ بہت قدیم ہے، تقریباً ساڑھے چھ سو سال قبل سے ہی اس زبان کو مشترکہ ہندوستان میں بولا جاتا ہے۔ مانا جاتا ہے کہ اس زبان کا آغاز دکن سے ہوا اور صوفیائے کرام کے ذریعے اس کو فروغ ملا۔ چودھویں صدی عیسوی میں اس زبان کا آغاز ہوا، جب ہندوستان کے دکن کے علاقہ میں حکمراں طبقہ اور صوفیاء نے سکونت اختیار کی۔ انھوں نے لوگوں سے عام بول چال میں جس زبان کا استعمال کیا وہ مشترکہ اور مخلوط زبان دکنی اردو تھی۔

اردو نثر کا آغاز: اردو نثر کا باقاعدہ آغاز دکن سے ہوا، لیکن اردو بول چال کی زبان وہاں شمالی ہندوستان سے پہنچی۔ علاء الدین خلجی پہلا مسلمان بادشاہ تھا جس کی فوجیں دکن پہنچی اور وہاں کے بہت بڑے علاقے پر اپنا پرچم لہرایا۔ یہ تیرہویں صدی عیسوی کی بات ہے۔وہیں ایک مخلوط زبان کو فروغ ملا جسے بعد میں اردو کا نام دیا گیا۔چودھویں صدی میں جب محمد تغلق نے دولت آباد کو اپنا دار السلطنت بنایا تو دلی کے زیادہ تر باشندوں کو اس کے ساتھ دکن جانا پڑا۔ ان کے ساتھ صوفیاء، فقراء اور دوسرے لوگوں کی بہت بڑی تعداد ایسی تھی جنہوں نے وہیں بس جانے کا فیصلہ کیا۔ اس طرح شمالی ہند کی ملی جلی بولی کو جسے آگے چل کر ہندی، ہندوستانی، دکنی اور بعد میں اردو کہا گیا۔اس علاقے میں قدم جمانے کا موقع ملا۔چودھویں صدی عیسوی میں دکن میں بہمنی سلطنت میں اردو زبان و نثر کو اور ترقی ملی۔اب وہاں سرکاری کاموں کے لیے اس زبان کا استعمال ہونے لگا۔اس زمانے کی ایک کتاب معراج العاشقین بہت مشہور ہوئی۔

اردو نثر کے فروغ میں سترہویں صدی کو سنگ میل کی حیثیت حاصل ہے۔ اس زمانے کے مشہور نثر نگار وجہی نے اپنی تخلیقات سے اسے مالا مال کر دیا۔ انہوں نے ۱۶۶۵ عیسوی میں اپنی مشہور تصنیف "سب رس" مکمل کی۔یہ سب رس قدیم اردو نثر کا شاہکار ہے۔

ادھر شمالی ہندوستان میں بھی اردو زبان کو فروغ اور ترقی ملتی رہی۔قدیم اردو نثر میں قرآن کریم کے دو ترجمے شاہ رفیع الدین دہلویؒ اور شاہ عبد القادر دہلویؒ کے قلم سے وجود میں آئے اور ان سے اردو نثر کو بہت ترقی ملی۔اردو نثر کی ترقی میں صوبہ بہار نے بھی قابل قدر خدمات انجام دیں۔ایک مصنف تحسین نامی نے

"نو طرز مرصع" لکھ کر اردو نثر میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا۔اٹھارہویں، انیسویں اور بیسویں صدی عیسوی میں عزت علی بیگ، محمد باقر آگاہ، مرزا غالب، سر سید احمد خان، مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا مودودی وغیرہ کی سلیس اور عمد ہ زبانوں نے اردو نثر کو سہل، سلیس، عام فہم اور انتہائی اثر انداز بنایا۔

اردو نثر کی تعریف: نثر اس تحریر کو کہتے ہیں جس میں شعر کی طرح وزن کا اہتمام نہ ہو، دوسرے یہ کہ اس میں کوئی ابہام نہ ہو۔ نثر میں بات صاف طریقہ سے بیان کی جاتی ہے۔نثر میں ضروری ہے کہ اس میں حقیقت و واقعیت ہو۔ نثر کے ذریعہ بہت ساری باتوں کو آسان اور سہل طریقے سے بیان کیا جاتا ہے اور پڑھنے والا بلا کسی دشواری کے پڑھتا چلا جاتا ہے۔

نثر کی کئی قسمیں ہیں مثلاً سادہ نثرجس میں رعایات و مناسبات وغیرہ نہ ہوں بلکہ عام فہم اور آسان الفاظ استعمال کیے گئے ہوں۔مثلاً میر امن کے باغ وبہار کا یہ اقتباس دیکھیے :

"بادشاہ کی عمر چالیس برس کی ہو گئی۔ ایک دن شیش محل میں نماز ادا کر کر وظیفہ پڑھ رہے تھے۔ ایک بارگی آئینہ کی طرف جو خیال کرتے ہیں تو ایک سفید بال مونچھوں میں نظر آیا کہ مانند ریش کے چمک رہا ہے۔ بادشاہ دیکھ کر آبدیدہ ہوئے اور ٹھنڈی سانس بھری۔ پھر دل میں اپنے سوچ کیا کہ افسوس! تو نے اتنی عمر ناحق برباد کی اور اس دنیا کی حرص میں ایک عالم کو زیر و زبر کیا۔ اتنا ملک کو جو لیا، اب تیرے کس کام آوے گا؟ آخر یہ سارا مال و اسباب کوئی دوسرا اڑاوے گا۔ تجھے تو پیغام موت کا آچکا، اگر کوئی دن جئے بھی تو بدن کی طاقت کم ہو گئی"

نثر کی دوسری قسم سلیس نثر ہے : نثر کی وہ قسم جس میں لفظ اور معنی

دونوں اعتبار سے آسان ہو۔ مرزا غالب کے خطوط اس کی بہترین مثال ہیں۔ ایک نمونہ ملاحظہ کریں:

"پیر و مرشد ! آپ کو میرے حال کی بھی کچھ خبر ہے۔ ضعف نہایت کو پہنچ گیا، بینائی میں فتور پڑا، حواس مختل ہوئے، جہاں تک ہو سکا احباب کی خدمت بجا لایا، اوراق اشعار لیٹے لیٹے دیکھتا تھا اور اصلاح دیتا تھا، اب نہ آنکھ سے اچھی طرح سوجھے،نہ ہاتھ سے اچھی طرح لکھا جائے۔"

اسی طرح مقفی و مسجع نثر ہوتا ہے۔ اسی طرح نثر کی ایک قسم رنگین نثر ہے یہ وہ نثر ہے جس میں لفظی و معنوی صنائع سے کام لیا جاتا ہے۔ اس کی ایک مثال دیکھیں۔

"بندہ حرارت قلب کے عارضے سے حیران و ششدر رہتا ہی تھا، اب ضعف دماغ کی بیماری نے اور بھی عاجز اور زچ کر دیا ہے۔ ہر دم یہی سوچ اور منصوبہ آتا تھا کہ کدھر جاؤں اور کون ایسی چال چلوں کہ یہ عارضہ بڑھنے نہ پائے۔ بارے ان دنوں حکیم شاہ رخ کی بہت تعریف سنی تھی کہ ان کے نزدیک بادشاہ اور وزیر اور فقیر مسکین اور امیر فیل برابر ہیں۔ مریضوں کی خبر گیری کے واسطے بارہ دری میں شطرنجی بچھائے بیٹھے رہتے ہیں"۔

مشق اور سوالات:

ا۔ درج ذیل سوالوں کے جواب لکھیے:

(ا) نثر کسے کہتے ہیں؟

(۲) اردو زبان میں نثر کا آغاز کب سے اور کیسے ہوا؟

(۳) دکن کس بات کے لیے مشہور ہے؟

(۴) اردو کے کیا معنی ہے؟

۲۔ نیچے کے جملوں کو غور سے پڑھیے اور سامنے نشان لگائیے:

(۱) اردو زبان ایک لشکری زبان ہے { صحیح/غلط }

(۲) اقتباس سے مراد کسی کی کتاب یا مضمون سے اس کے قول کو نقل کرنا { صحیح / غلط }

(۳) اردو نثر کی چھ قسمیں ہیں { صحیح / غلط }

(۴) نثر بھی شعر کی طرح ہی ہوتا ہے { صحیح /غلط }

۳۔ اس سبق سے کوئی پسندیدہ اقتباس اپنی کاپی میں نوٹ کیجیے اور اسے حفظ کیجیے۔

۴۔ اس سبق سے ۵ سوابق و لواحق کی مثالیں ڈھونڈھ کر لکھیے۔

۵۔ اس سبق سے مسند مسند الیہ کی ۵ /۵ مثالیں لکھیے۔

۶۔اردو زبان پر دو پیرا گراف کا مضمون لکھیے۔

سبق نمبر ۱۵

کاٹھمانڈو کا ایک یادگار سفر

میں دس بارہ ملکوں کا سفر کرچکا تھا لیکن نہ جانے کیوں مجھے نیپال گھومنے کی شدید خواہش تھی۔ کاروبار کی مصروفیات کے سبب وقت نہ مل سکا۔ بالآخر دوسال سے ارادہ بناتے بناتے آج کاٹھمانڈو کے لیے فلائٹ پر سوار ہوں۔ نیپال کیسا ہے؟ کاٹھمانڈو شہر کیوں مشہور ہے؟ مجھے کہاں کہاں گھومنے کا موقع ملے گا؟ طرح طرح کے خیالات ذہن کی اسکرین پر دوڑ رہے تھے۔ میں پچاس سال کا تھا لیکن کاٹھمانڈو کے سفر کے لیے میرے ارادے جوان تھے۔

پہلادن: کئی گھنٹوں کی فلائٹ کے بعد بالآخر تریبھون انٹر نیشنل ائیرپورٹ کے باہر تھا اور اب کاٹھمانڈو وادی میں پہنچ گیا تھا۔ پہلا دن تو اس طرح گذرا کہ جوش و خروش اور امنگوں میں ڈوبا ہوا تھا۔ میں نیپال کی راجدھانی کاٹھمانڈو کو تلاش کررہا تھا۔ ٹھمیل بازار گیا تو بتایا گیا کہ باہر سے آنے والوں

کے لیے خاص بازار ہے۔ سڑکوں پر توانائی، خوشیاں اور مسکراتی زندگیاں ملیں۔ دکانداروں نے اپنے رنگ برنگے سامان کی خوب نمائش کر رکھی تھی اور لذیذ اور مزے دار کھانوں کی خوشبو جگہ جگہ محسوس ہوئی۔ مجھ سے رہا نہیں گیا، جلدی سے ایک ریسٹورینٹ میں گھسا تو نیپالی مومو ہمارے ٹیبل پر حاضر تھا۔ میں کھاتا گیا لیکن میرے شوق میں کوئی کمی نہ آئی اور بار بار کھانے کو جی چاہا۔

شہر کے وسط میں واقع تاریخی چوک، قدیم محلات، مندروں اور تراشے ہوئے پتھروں اور لکڑیوں کے قدیم فن تعمیر کے نمونے دیکھ میں حیران تکتا رہ گیا۔ ہنومان ڈھوکا اسکوائر کی شان دار کاری گری کو دیکھ کر حیران رہ گیا، جس میں لکڑی کی کھڑکیاں اوران میں خوب صورت نقش و نگار بنے ہوئے تھے۔ تلیجو مندر، جو پتھر کے مشکل ترین نقش و نگار اور مجسموں سے مزین تھا۔

اس دن کی خاص باتوں میں سے ایک زندہ کماری دیوی کی زیارت تھی۔ کماری، ایک نوجوان لڑکی جسے دیوی تلیجو کا زمینی مظہر کہا جاتا ہے، نیپالی ہندو ثقافت میں بہت زیادہ روحانی اہمیت رکھتی ہے۔ اس زندہ دیوی نے مجھے نیپال میں پروان چڑھنے والی بھرپور مذہبی روایات سے عاجز اور خوف میں مبتلا کر دیا۔

دوسرا دن : کاٹھمانڈو وادی میں میرے سفر کا دوسرا دن اس خطے میں پھیلے ہوئے روحانی اور مذہبی جوہر کو تلاش کرنے کے لیے وقف تھا۔ میں نے شوئمبھوناتھ اسٹوپا کی یاترا شروع کی، جسے عام طور پر بندر مندر کے نام سے جانا جاتا ہے۔ جو شہر کو بہت نیچے چھوڑ دینے والی پہاڑی کی چوٹی پر واقع ہے۔ چڑھنا اپنے آپ میں ایک معجزہ تھا، کیوں کہ راستے میں شرارتی بندر کھلے دل سے میرے ساتھ تھے۔ جیسے ہی میں چوٹی پر پہنچا، ایک شاندار منظر میری آنکھوں کے سامنے آ گیا۔ اسٹوپا کا چمکتا ہوا سفید گنبد، رنگین جھنڈوں سے

مزین، امن کی علامت کے بنا ہوا کھڑا تھا۔ جاپ کے پہیوں کی ہلکی ہلکی خوشبو اور بخور کی خوشبو نے سکون کا ماحول بنا دیا۔ میں نے اسٹوپا کا ایک چکر لگایا، جاپ کے پہیے بھی یوں ہی گھماتے ہوئے آگے نکلا۔

سویمبھوناتھ میں تازہ دم ہونے کے بعد، نیپال کے مقدس ترین ہندو مقامات میں سے ایک یعنی پشوپتی ناتھ مندر کا راستہ لیا۔ جیسے ہی میں مندر کے احاطے میں داخل ہوا تو دیکھا کہ عقیدت مند لوگ روایتی لباس میں ملبوس مندر کے صدر دیوتا بھگوان شیو کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لیے جمع ہیں۔ بخور کی الگ مہک اور بھجن کے تال کا سماں تھا۔ میں نے دریائے باگمتی کے کنارے میتوں کی آخری رسومات کا بھی مشاہدہ کیا، جہاں ہندو رسم و رواج کے مطابق آخری رسومات میں آرتی کا نظارہ اور تیل کے دیے روشن کرنے کے ساتھ ایک الگ ہی تجربہ تھا جو نیپالی لوگوں کی عقیدت سے گونجتا تھا۔

تیسرا دن: تیسرے دن میں پڑوسی قدیم شہروں پاٹن اور بھکت پور کو گھومنے نکلا، جو اپنے شان دار ثقافت کے لیے مشہور ہیں۔میری پہلی منزل پاٹن تھی جسے للت پور بھی کہا جاتا ہے جس کا مطلب ہے "خوب صورتی کا شہر"۔ پاٹن دربار اسکوائر میں قدم رکھتے ہی میں قدیم نیواری فن تعمیر اور فنکارانہ عجائبات میں گم ہو گیا۔ شان دار کرشن مندر، جو مہابھارت کی عکاسی کرنے والے پتھر کے نقش و نگار سے آراستہ ہے، نیوار کاری گروں کی شان دار کاری گری کا ثبوت ہے۔ صدیوں پرانی روایات کو آرکی ٹیکچرل شاہکاروں میں محفوظ کرنے پر حیران رہ گیا۔

جب میں پاٹن کی گلیوں میں گھوم رہاتھا تو مجھے پاٹن میوزیم جیسے پوشیدہ جواہرات دریافت ہوئے۔ میوزیم میں قدیم نمونے، مذہبی مجسمے اور دھات پر

مشکل کاموں کا ایک وسیع ذخیرہ دکھایا گیا ہے۔ نمائشوں نے خطے کی بھرپور تاریخ اور ثقافت کی جھلک پیش کی، جو فنکارانہ اور روحانی روایات کے بارے میں قابل قدر معلومات فراہم کرتے ہیں۔

پاٹن گھوم کر ابھی جی نہیں بھرا تھا کہ میں نے بھکت پور کا سفر شروع کیا، جسے "بھکتوں کا شہر" بھی کہہ سکتے ہیں۔ جس لمحے میں دربار اسکوائر میں داخل ہوا، مجھے لگا جیسے چار صدی پرانے زمانہ میں داخل ہوگیا۔ قرون وسطی کے فن تعمیر اور تنگ گلیوں کی زندگی نے مجھے پرانے دور میں پہنچا دیا تھا۔

میرا سامنا مقامی کاریگروں سے ہوا جو اپنے روایتی دستکاری کی نمائش کر رہے تھے۔ مٹی کے برتنوں کے پہیے گھومتے ہیں، مٹی کے خوب صورت برتن بناتے ہیں، جب کہ بُن کر طرح طرح کے نقشے والے ٹیکسٹائل تیار کرتے ہیں۔ نیوار برادری کی زندہ روایات کا مشاہدہ کرنا اور ان کی لگن کے ساتھ دستکاری کا مشاہدہ کرنا، میرے لیے ایک خوش گوار تجربہ تھا۔

میں نے پاٹن اور بھکت پور کو دل کش تاریخی اور ثقافتی رونقوں میں ڈوبا ہوا پایا۔ صدیوں پرانی تعمیرات کا باقی رہنا، گلیوں کی آباد زندگی اور کاری گروں کا روایتی دستکاری کو برقرار رکھنا، وادی کاٹھمانڈو کی ثقافت کی قدامت کا ثبوت تھا۔

چوتھا دن: کاٹھمانڈو وادی میں اپنی مہم کے چوتھے دن میں نے ہمالیہ کی پرسکون اور خوب صورتی کو اپنی آنکھوں دیکھنے کے لیے خاص کیا تھا۔ میری منزل نگر کوٹ تھی، جو دل کش پہاڑی ہے اور جو پہاڑی سلسلے کے خوب صورت نظاروں کے لیے مشہور ہے۔

جیسے ہی میں کاٹھمانڈو کی آباد سڑکوں کو چھوڑ آگے بڑھا، سامنے کا منظر دھیرے دھیرے ایک پُرسکون دیہی علاقہ میں تبدیل ہو گیا۔ جس میں قطار

در قطار درختوں، دل کش سبزوں اور خوب صورت پہاڑیوں کا طویل سلسلہ تھا۔ جلیبی نما سڑک سرسبز جنگلات میں سے گزرتی تھی اور جو قدرتی عجائبات کی جھلک پیش کرتی تھی۔ ٹھنڈی ہوا کے جھونکے اور جنگلی پھولوں کی میٹھی خوشبو نے مجھے فرحت ہی فرحت بخشا۔

آخر میں نگرکوٹ کے پہاڑی مقام پر پہنچ گیا جیسے ہی سواری سے اترا اور کھڑا ہوا، برف سے ڈھکی چوٹیوں کا ایک خوبصورت منظر میری آنکھوں کے سامنے آ گیا۔ سلسلہ کوہ ہمالیہ اپنی شان و شوکت کے ساتھ تاحد نگاہ پھیلا ہوا ہے۔ میں فطرت کے شاہکار، اللہ کی زبردست کاری گری اور حیرت انگیز مناظر میں گم تھا۔

میں نے پرسکون ماحول کو جذب کرنے اور ارد گرد کے سکون میں اپنے آپ کو غرق کرنے کے لیے ایک پرامن جگہ تلاش کی۔ پہاڑوں کی تنہائی، صاف نیلے آسمان کی لامحدود وسعت اور خاموشی نے میرے اندر سکون کا گہرا احساس پیدا کیا۔ یہ خود شناسی اور شکر گزاری کا لمحہ تھا، جب میں نے اللہ کی قدرت اور اس کی بے پناہ طاقت اور خوب صورتی پر غور کیا۔

سورج ڈھل گیا، پہاڑوں پر سنہری چمک دکھائی دینے لگی تو لگا کہ اب نگر کوٹ کے ہمالیائی سکون کو الوداع کرنے کا وقت آگیا ہے۔ حیرت انگیز نظاروں اور فطرت کے مناظر سے بھرپور اس دن کی یادیں ہمیشہ میرے دل میں نقش ہو جائیں گی۔اللہ کی کبریائی کا عجیب تصور اور دنیا کی خوب صورتی کے لیے ایک نئی تعریف لے کر واپس ہوا۔

پانچواں دن : پانچواں دن میرا آخری دن تھا۔ کاٹھمانڈو وادی اور پہاڑوں کے خوب صورت مناظر سے لطف اندوز ہوا لیکن جگہ جگہ مندروں کا قطار،

جوان حسن کی رعنائیاں اور مردوں کی طرح کام کاج کے لیے خواتین کا دوڑنا، لاشوں کا جلتا ہوا منظر، شراب کی جابجا دوکانیں، ناچ گانوں کی محفلیں اور بازار کی بھیڑ اور سڑکوں کی تنگنائیوں سے میں اکتا چکا تھا۔

شہر پہلے سے ہی سرگرم تھا کیوں کہ مقامی لوگ اپنے روزمرہ کے معمولات پر چلے جاتے تھے۔ سڑکوں پر لگی رنگ برنگی دکانوں نے مجھے اپنی دستکاری کپڑوں اور خوشبودار مسالوں سے مائل کر لیا۔ میں نیپال میں اپنے وقت کی یادوں کو یاد رکھنے کے لیے چند تحائف لینے سے باز نہیں رہ سکا۔ بال بچوں کے لیے بھی کچھ یادگار تحائف لیے۔ تازہ پیداوار، خوشبودار مسالوں اور کپڑوں سے بھری گلیوں سے گزرتے ہوئے مناظر، آوازیں اور خوشبوؤں نے میرے

حواس کو مغلوب کر دیا تھا۔ دکانداروں کے دوستانہ مذاق اور خریداروں اور بیچنے والوں کے درمیان سودے بازی کاٹھمانڈو کی روزمرہ کی زندگی کی تصویر صاف صاف پیش کررہی تھی۔

آخری دن کشمیری جامع مسجد اور نیپالی جامع مسجد بھی گیا۔ دونوں مسجدوں میں اندرونی حصے، وضوخانے اور مسجد کے اندر تعلیم کا نظم دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ مسجد کو صاف ستھرا پایا۔ بعض لوگوں سے مسجد کے صحن میں مختصر بات چیت ہوئی۔ معلوم ہوا کہ یہاں مسلمان

اپنے دین کے سلسلہ میں دلچسپی رکھتے ہیں، دین کی تبلیغ واشاعت کا جذبہ ہے۔ گھنٹہ گھر میں ایک لائبریری بھی ہے۔ جہاں اسلام کی تعلیمات پر سینکڑوں کتابیں ہیں۔ جامع مارکیٹ میں اسلامی کتابوں کا مرکز بھی ہے۔

اس کے علاوہ رتنہ پارک، دھرہرا، رانی پوکھری اور بلکھو اسلامک کلچرل سینٹر کو دیکھنے کا موقع ملا۔

جب میں اپنی فلائٹ میں سوار ہوا، اپنے ساتھ پیاری پیاری یادیں، نئی دوستیاں اور کاٹھمانڈو وادی کے ناقابل فراموش سفر کو اپنے سینے میں سجائے اور سنبھالے ہوئے واپس ہوا۔

مشق اور سوالات:

درج ذیل سوالوں کے جواب لکھیے:

(۱) اس سبق میں کاٹھمانڈو شہر کی خوب صورتی کا ذکر ہوا ہے۔آپ اپنے شہر/گاؤں کے بارے میں ایسے دس جملے لکھیں؟

(۲) اپنے اسکول کے پرنسپل کے ساتھ کسی تفریحی مقام کی سیاحت کریں اور وہاں کے واقعات قلم بند کریں۔

(۳) اپنے دوستوں کی مدد سے ایسی کہانی لکھیں کہ پڑھنے والا متأثر ہو جائے ؟

(۴) اس سبق سے موصوف صفت اور مضاف مضاف الیہ کی پانچ پانچ مثالیں لکھیں۔

(۵) خط کشیدہ الفاظ کے معنی لکھیں۔

میں نے پرسکون ماحول کو جذب کرنے اور ارد گرد کے سکون میں اپنے آپ کو غرق کرنے کے لیے ایک پرامن جگہ تلاش کی۔ پہاڑوں کی تنہائی، صاف نیلے آسمان کی لامحدود وسعت اور خاموشی نے میرے اندر سکون کا گہرا احساس پیدا کیا۔ یہ خود شناسی اور شکر گزاری کا لمحہ تھا، جب میں نے اللہ کی قدرت اور اس کی بے پناہ طاقت اور خوب صورتی پر غور کیا۔

سورج ڈھل گیا، پہاڑوں پر سنہری چمک دکھائی دینے لگی تو لگا کہ اب نگر کوٹ کے ہمالیائی سکون کو الوداع کرنے کا وقت آگیا ہے۔ حیرت انگیز نظاروں اور فطرت کے مناظر سے بھرپور اس دن کی یادیں ہمیشہ میرے دل میں نقش ہو جائیں گی۔اللہ کی کبریائی کا عجیب تصور اور دنیا کی خوب صورتی کے لیے ایک نئی تعریف لے کر واپس ہوا۔

(۶) کاٹھمانڈو کی پانچ مشہور جگہوں کا نام لکھیے۔

(۷) درج ذیل الفاظ کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے۔

جوش و خروش	سبب	توانائی	وقف	عاجز
کاری گر	جذب	بلکھو		

سبق نمبر ۱۶

صبر

انسان کو دنیاوی زندگی میں خوشی و مسرت کے ساتھ ساتھ کبھی کبھار غم، تکلیف اور مصیبت و آفات سے بھی واسطہ پڑتا رہتا ہے، جو کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے یہاں مقدر ہیں اور اس کی مشیت سے ہی آتی ہیں، جس پر ایک مؤمن کا کامل یقین و ایمان ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: زمین میں اور تمہاری جانوں پر جو مصیبت آتی ہے قبل اس کے کہ وہ آئے، ایک خاص کتاب میں لکھ دی گئی ہے اور ایک دوسری جگہ فرمایا ہے کہ کہہ دیجیے کہ ہمیں اللہ کی طرف سے ہمارے حق میں لکھے ہوئے کے علاوہ کوئی چیز پہنچ ہی نہیں سکتی۔اس لیے یادرکھو! کہ اللہ رب العزت دو وجہوں سے مصائب اور آزمائشیں نازل کرتا ہے۔ ایک انعامات سے نوازنے کے لیے اور دوسرے گناہوں کی معافی کے لیے۔

ایک مؤمن کےلیے چھوٹی بڑی ہر مصیبت میں اللہ کی طرف پلٹنا اور صبر کرنا ضروری ہے، جو اس کے لیے دنیا و آخرت کی بھلائی کی ضمانت دیتا ہے، اور ان صبر کرنے والوں کو خوشخبری دیتا ہے جنہیں جب کوئی مصیبت آتی ہے تو بول پڑتے ہیں ہم اللہ ہی کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں، ان کے اوپر رب کی نوازشیں اور رحمتیں ہیں اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

صبر کا معنیٰ : صبر کا معنیٰ ہے روکنا، منع کرنا، قید کرنا اور ضبط کرنا، اس طرح صبر کا مطلب ہوا کسی ناپسندیدہ صورت حال میں نفس کو رونے دھونے اور واویلا کرنے سے روکنا۔ صبر کا اصطلاحی معنی ہے نفس کو قرآن وسنت اور فرائض پر ثابت قدم رکھنا اور اس کو آہ و بکا اور شکوہ و ناراضگی سے روکنا۔

صبر کی ایک تعریف مصیبت وپریشانی کی تکلیف کو غیر اللہ کے سامنے بیان کرنے سے پرہیز کرنا بھی ہے۔

قرآن کریم میں یعقوب علیہ السلام کے واقعہ میں صبر جمیل کا ذکر ہوا ہے، انھوں نے اپنے چہیتے بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام کی جدائی پر رونا دھونا نہیں کیا اور نہ ہی واویلا مچایا۔ گویا صبر جمیل اس صبر کو کہتے ہیں جس میں اللہ کے علاوہ کسی اور سے شکوہ شامل نہ ہو۔

صبر کے مواقع: یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ کن مقامات اور کن باتوں پر انسان کو صبر کرنا چاہیے ؟ تو یادرکھو کہ صبر تین چیزوں پر ہونا چاہیے:

اول: اطاعت اور نیکی پر صبر: انسان کا نفس عام طور پر نیکیوں سے بھاگتا ہے، اور ان سے سستی اور کاہلی محسوس کرتا ہے۔ اس کے باوجود نفس کو اللہ کی اطاعت پر آمادہ کرنا اور اس پر قائم رکھنا جیسے نفس کے انکار کے باوجود نماز قائم کرنا، نہ چاہتے ہوئے بھی زکاۃ، صدقات، روزہ، حج اور دیگر عبادات کا اہتمام کرنا، مشقت کے باوجود نیکیوں کو احسن طریقےسے خالص اللہ کے لیے انجام دینا صبر میں داخل ہے۔ عبادت کرنے میں صبر کی تلقین کی گئی ہے، اسی طرح نماز قائم کرنے کے لیے صبر کی تلقین کی گئی ہے۔

دوم: معاملات میں لوگوں کے ساتھ نرمی اور حسن اخلاق سے پیش آنا، ان کے حقوق کو ادا کرنا، ان کو تکلیف دینے سے پرہیز کرنا اور سارے معاملات میں امانت داری اور دیانتداری کا ثبوت دینا، صبر کی بہترین مثالیں ہیں۔

سوم: مشکلات اور پریشانیوں میں ثابت قدم رہنا بھی صبر ہے، اسی طرح اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید کے اندر اپنے مؤمن بندوں کو مشکلات میں صبر کرنے کا حکم دیا ہے۔اسی کے ساتھ حضرات ابراہیم، اسماعیل، یعقوب، یوسف،

ایوب، موسیٰ، عیسیٰ اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے صبر کے واقعات مختلف اسلوب و انداز میں ذکر کیا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید کے اندر اور اللہ کے رسول ﷺ نے احادیث میں صبر کی مختلف صورتوں اور طریقوں کو بیان کیا ہے جن کی معرفت انسان کو صبر کی حقیقی اہمیت، اس کی ضرورت اور فوائد کا ادراک کراتی ہے اور پھر رب کائنات کی حقیقی معرفت اور بامشقت زندگی کی راہیں ہموار کرنے میں ممد ومعاون بنتی ہے۔

صبر کے فائدے: صبر کے آٹھ بڑے فائدے ہیں:

۞ صبر سے ایمان و یقین کی پختگی کا پتا چلتا ہے۔

۞ صبر آدمی کے اندر خشوع وعاجزی پیدا کرتا ہے۔

۞ صبر سے صدق و تقویٰ کی صفت پیدا ہوتی ہے۔

۞ صبر سے ہدایت ملتی ہے، جو لوگ اللہ کے دین کے لیے آزمائش میں صبر کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت سے نوازتا ہے۔

۞ صبر سے امامت و حکومت اور سرداری ملتی ہے۔

۞ صبر سے اللہ کی رحمت حاصل ہوتی ہے۔

۞ صبر گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے۔یعنی کسی مسلمان کو جو بھی تھکان، درد، غم، اذیت اور تکلیف پہونچتی ہے، یہاں تک کہ کوئی کانٹا بھی چبھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر صبر کرنے کی وجہ سے اس کے بدلے اس کے گناہ معاف فرما دیتا ہے، اسی طرح بخار جیسی بیماری پر آدمی صبر کرتا ہے تب بھی اس کے گناہ جھڑ جاتے ہیں۔

۞ صبر کرنے والے کو اللہ تعالیٰ بے حساب اجر سے نوازتا ہے۔

مشق و سوالات:

الف: اس سبق سے پانچ مشکل الفاظ تلاش کیجیے اور ان کے معانی بھی لکھیے:

ب: درج ذیل سوالوں کا جواب لکھیے:

(۱) صبر کے کیا کیا معانی ہیں ؟

(۲) کس نبی نے بڑی مصیبت پڑنے پر کہا تھا: صبر جمیل ہی بہتر ہے؟

(۳) اس سبق میں صبر کرنے کے کتنے فائدے بیان ہوئے ہیں ؟

(۴) صبر کے کوئی تین فوائد لکھیے:

ج: صبر سے متعلق قرآن مجید سے کوئی ایک آیت لکھیے:

د: خالی جگہ پر کیجیے:

قرآن........ میں حضرت یعقوب علیہ السلام کے واقعہ میں....... جمیل کا ذکر ہوا ہے انھوں نے...... علیہ السلام کی جدائی پر رونا دھونا نہیں کیا اور نہ ہی.......... مچایا، گویا صبر جمیل اس........ کو کہتے ہیں جس میں اللہ کے علاوہ کسی اور سے.......... شامل نہ ہو۔

ھ: درج ذیل الفاظ میں موصوف و صفت کو الگ الگ لکھیے:

صبرِ جمیل　　　بے حساب اجر　　　قرآن مجید

و: درج ذیل الفاظ میں لواحق و سوابق کو الگ الگ لکھیے:

بے حساب　　　بامشقت　　　ہدایت یافتہ

سبق نمبر ۱۷

آب رواں

اکبر الہ آبادی

اُچھلتا ہوا اور اُبلتا ہوا اکڑتا ہوا اور مچلتا ہوا
پہاڑوں پہ سر کو کچلتا ہوا چٹانوں پہ دامن جھٹکتا ہوا
وہ پہلوئے ساحل دباتا ہوا یہ سبزے یہ چادر بچھاتا ہوا
وہ گاتا ہوا اور بجاتا ہوا یہ لہروں کو پیہم نچاتا ہوا
بپھرتا ہوا جوش کھاتا ہوا بگڑ کر وہ کف منہ میں لاتا ہوا
وہ اونچے سروں میں تموّج کا راگ وہ خود جوش میں آ کے لانا یہ جھاگ
وہ روئے زمیں کو چھپاتا ہوا وہ خاکی کو سیمیں بناتا ہوا

گل و خار یکساں سمجھتا ہوا   ہر اک سے برابر اُلجھتا ہوا
بہاتا ہوا اور بہتا ہوا   ہوا کے طمانچوں کو سہتا ہوا
بلندی سے گرتا گراتا ہوا   نشیبوں میں پھرتا پھراتا ہوا
وہ کھیتوں میں راہیں کترتا ہوا   زمینوں کو شاداب کرتا ہوا
یہ تھالوں کی گودوں کو بھرتا ہوا   سنبھلتا ہوا اور چھلکتا ہوا
ہواؤں سے موجیں لڑاتا ہوا   نالوں کی فوجیں بڑھاتا ہوا
یوں ہی الغرض ہے یہ پانی رواں   بس اب دیکھ لیں شاعرِ نکتہ داں

مشق وسوالات :

الف: درج ذیل الفاظ کے معانی لکھیے:

پہلوئے ساحل : سمندر کے کنارے کے آس پاس کا حصہ
کف : جھاگ
سیمیں : سفید، شیشہ کی طرح صاف ستھرا
شاداب : سرسبز، ہرا بھرا
شاعر نکتہ داں : باریکیوں کو سمجھنے والا شاعر
عالم رچانا : حالات پیدا کرنا
تموج : موجیں اٹھنا
نشیب : گہرائی
الغرض : غرض کہ، مختصر یہ کہ

ب: درج ذیل سوالات کو بغور پڑھیے اور جواب لکھیے:

(۱) اس نظم میں دریا کا کن کن مقامات سے گزرنا دکھایا گیا ہے؟

(۲) یہ کیسے معلوم ہوتا ہے کہ دریا کی روانی کے سامنے سب برابر ہیں؟

(۳) دریا کھیتوں میں سے ہوکر گزرتا ہے تو زمینوں پر کیا اثر پڑتا ہے؟

(۴) شاعر نے ہوا اور پانی کے ٹکرانے کو دو جگہ بیان کیا ہے۔ اس ٹکراؤ کا کیا اثر محسوس ہوتا ہے؟

(۵) دریا کی روانی کے زور اور شور کو کن کن لفظوں سے بیان کیا گیا ہے؟

ج: اس نظم سے دس فعل تلاش کر کے لکھیے۔

د: درج ذیل الفاظ کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے:

ساحل،جوش،نشیب،شاداب،احسان ،شاعر ،خاکی

ہ :برسات کی موسم میں ندی کا منظر آپ نے دیکھا ہے؟ تو اس کی تصویر کشی کرتے ہوئے دو پیراگراف کا ایک مضمون لکھیے جس میں اپنا مشاہدہ بیان کیجیے۔

سبق نمبر ۱۸

حضرت ابراہیم علیہ السلام

حضرت ابراہیم علیہ السلام بہت ہی مشہور نبی گزرے ہیں۔ آپ کی پیدائش عراق کی مشہور شہر اُر میں ہوئی۔ آپ کے والد صاحب کا نام آزر تھا۔ جو بادشاہ وقت نمرود کے بہت قریبی تھے اوروہ بت گری کے پیشہ سے وابستہ تھے۔وہ بت بنا بنا کر بیچتے تھے۔ ان کا پورا خاندان بہت مذہبی کہلاتا تھا۔عراق میں اس وقت بت پرستی اورستارہ پرستی کا عام رواج تھا۔ پورا ملک شرک و کفر میں ڈوبا ہوا تھا۔ وہ پیدا ہوئے تو دیکھا کہ ان کے والد روز بت بناتے ہیں،سنوارتے اور سجاتے ہیں اور بازار لے جاکر بیچ آتے ہیں۔ گاؤں میں جگہ جگہ بت رکھے ہوئے ہیں۔ بڑے بڑے بت خانے ہیں، لوگ وہاں جاتے ہیں،چڑھاوے چڑھاتے ہیں اور مورتیوں کے سامنے کھانے پینے کی چیزیں چھوڑ آتے ہیں۔پتھر کی مورتی کیا کھائے اور کیا جانے۔ارد گرد گندگی ہی گندگی ہوتی ہے۔کتے،بلی اور جانور آتے ہیں اور سب چٹ کر جاتے ہیں۔یہ سب دیکھ دیکھ کر ان کو گھٹن ہورہاتھا۔انہیں کسی پل چین نصیب نہ تھا، وہ ہمیشہ اسی فکر میں ڈوبے رہتے تھے۔ وہ حق کے متلاشی تھے۔ آخر ایک دن ان کو معرفت مل ہی گئی۔اللہ تعالیٰ نے ان کو نبی بنایا،وحی کے ذریعہ شرک سے بے زاری،توحید اور بندگئ رب کی تعلیم دی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام بہت سوجھ بوجھ رکھتے تھے۔لوگوں کے اعمال، معاشرہ میں رائج رسوم وعبادات اور بڑے لوگوں کی باتیں دھیان

سے سنتے اور ان پر غور کرتے تھے۔وہ دین حق کے متلاشی تھے،انھوں نے کائنات کی چیزوں پر غور کرنا شروع کیا۔دن و رات کی آمد ورفت،سورج چانداور ستاروں کی گردش پر بھی غور کیا۔با لآخر اس نتیجہ پر پہنچے کہ اس کائنات میں سب بڑی ہستی اللہ کی ذات ہے۔

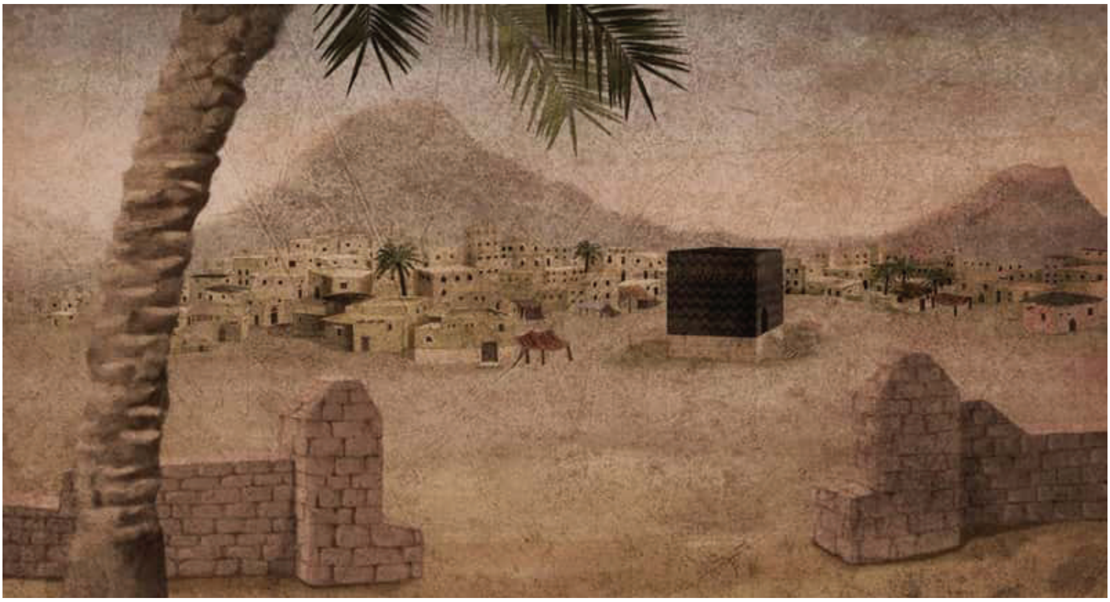

اب انھوں نے اللہ کے بارے میں بتانا شروع کیا۔ وہ سب کو صرف ایک اللہ کی بندگی کی دعوت دیتے تھے اور شرک سے روکتے تھے۔ اپنے والد محترم کو بھی بہت پیارے انداز میں سمجھایا اور بہت سمجھایا لیکن نہیں مانے۔اُلٹا بیٹے ابراہیم پر ہی ناراض ہوگئے اور ان کوگھر سے نکال باہر کیا اورناراض ہوکر کہا: اے ابراہیم سن ! تو واپس اپنے باپ دادا کے دین دھرم کواختیار کرلے ورنہ پتھر وں سے مار مار کر تجھے ہلاک کردیں گے۔لیکن وہ اپنی دعوت سے پھر بھی باز نہ آئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس بات کی بڑی فکر تھی کہ ان کے شہر کے لوگ

ایمان لے آئیں۔ بہت سمجھایا اور بتایا لیکن لوگ ایمان نہیں لائے۔الٹے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی باتوں کا مذاق اڑاتے ،ہنستے اور پھبتیاں کستے۔ گالیاں دیتے اور بہت ستاتے تھے لیکن وہ برابر صبر کرتے رہے۔ ایک دن جب گاؤں کے سب لوگ میلہ دیکھنے چلے گئے۔وہ اکیلے گھر سے نکلے اور بڑے بت خانے پر گئے۔کلہاڑی اٹھائی اور ایک طرف سے سارے بتوں کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیا۔جب سب کا کام تمام ہوگیا تو آخر میں بت خانہ میں جو سب سے بڑا بت تھا اس کے گردن میں کلہاڑی لٹکا دی اور گھر آگئے۔جب لوگ میلہ سے اپنے گھروں کو لوٹے اور بت خانہ گئے تو دیکھ کر حیران اور ششدر رہ گئے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام چوں کہ بتوں کی کم زوریاں بیان کیا کرتے تھے،اس لیے ان کو بلایا گیا۔آپ نے کہاعجیب بات کرتے ہو۔کلہاڑی تمہارے بڑے بت کے گردن میں ہے اور سوال مجھ سے کرتے ہو ؟ اگر یہ بت بولتے نہیں،سنتے نہیں، سامنے رکھا ہوا کھانا اور چڑھاوا کھاتے نہیں، ان کو کوئی مارے پیٹےتو روتے چلاتے اور اپنے آپ کو بچاتے بھی نہیں، تو آخر ان کی پو جا کیوں کرتے ہو؟کیا آپ لوگوں کو ذرا بھی عقل و شعور نہیں ہے؟ اے میرے گاؤں خاندان کے لوگوں تمہیں کیا ہوگیاہے؟

پورے گاؤں میں اس حادثہ کاچرچا ہوا۔لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی باتوں پر غور کیا کرتے۔ وہ سب کے سب جھلاگئے اور الٹے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو برا بھلا کہنے لگے۔ بادشاہ وقت نمرود کے دربار میں حضرت ابرہیم علیہ السلام کو بلایا گیا اور شاہی فرمان جاری

ہوا۔اے ابراہیم سنو ! ہم ایک زمانے سے بتوں کی پوجا کرتے چلے آئے ہیں۔اپنے باپ دادا اور بزرگوں کی قدر کرواور ان کی پوجا تم بھی کرو۔آج کے بعد سے بتوں کو برا بھلا کہنا بند کردو۔ورنہ دیکھو یہ آسمان چھوتا ہوا آگ کا الاؤ تیار ہے۔ اس میں کود کر جل مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ حضرت ابرہیم علیہ السلام کو اللہ نے توفیق دی، وہ توحید پر قائم رہے اور اعلان کردیا کہ میں شرک ہرگز ہرگز نہیں کر سکتا۔ میں صرف ایک اللہ کی بندگی کروں گا۔نمرود کا حکم ہوا اور آپ کو آگ کے الاؤ میں پھینک دیا گیا۔ اللہ رب العزت کی قدرت کو جلال آیا۔آگ کو فوراً حکم ہوا کہ ابراہیم کے لیے ٹھنڈی اور ساز گار ہو جا۔

جب اپنے ملک اور وطن کے لوگوں نے دین حق کی بات نہ سنی تو انہوں نے ہجرت کا فیصلہ کیا۔ پہلے مصر گئے پھر مکہ آئے اور پھر شام گئے۔ دوسری بیوی حضرت ہاجرہ سے ایک بیٹا اسماعیل علیہ السلام پیداہوئے اور بعد میں پہلی بیوی حضرت سارہ سے بھی ایک بیٹا اسحاق علیہ السلام پیدا ہو ئے۔یکے بعد دیگرے دونوں کو نبوت ملی۔ جب کہ نمرود عبرت کی موت مرا اور اس کی سلطنت بھی تباہ ہوگئی۔زیادہ دن نہیں گذرا تھا کہ انکار حق کی وجہ سے پوری قوم تباہ کردی گئی لیکن حضرت ابرہیم علیہ السلام کی اولاد میں نبوت کا طویل سلسلہ چلا۔کئی نسلوں اور کئی صدیوں تک حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کو اللہ نے نبوت سے سر فراز کیا۔ ان کے پوتے حضرت یعقوب علیہ السلام کے بعد اُن کی اولادبنواسرائیل کہلائی۔ نبوّت و خلافت کی شان دار تاریخ اس خاندان نے رقم کی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک اسی خاندان بنو اسرائیل میں انبیائے کرام پے در پے مبعوث ہوتے رہے۔

یہاں تک کہ جب آخری نبی حضرت محمد ﷺ بنو اسماعیل میں مبعوث کیے گئے تو اولاً سارے بنواسرائیل نے اس کا انکار کیا حالاں کہ وہ اپنے بال بچوں کی طرح آخری نبی کو پہچان چکے تھے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام انتہائی نیک، متّقی نڈر اور بہادر اور جفاکش تھے۔ انھوں اپنی پوری زندگی دین حق کی طرف لوگوں کو بلانے میں وقف کردی۔دین کی راہ میں سخت سے سخت آزمائشوں پر صبر کیا۔ گھر بار چھوڑا، ہجرت کی، اکلوتے بیٹے کی قربانی پیش کی۔مسلسل سفر کی صعوبتیں برداشت کیں، بادشاہ وقت سے ٹکرا گئے، حکم ہوا تو بے آب وگیاہ سر زمین میں ننھے شیر خوار بیٹے اسماعیل اور بیوی ہاجرہ کو چھوڑ کر گھر سے نکل کھڑے ہوئے۔ مکہ گئے تو وہاں مرکز توحید بیت اللہ قائم کیا اور جب فلسطین گئے تو وہاں قبلہ اول مسجد اقصیٰ قائم کیا۔ ان کی زندگی میں آزمائشیں ہی آزمائشیں تھیں لیکن وہ صبر کرتے رہے۔ راہ حق میں صبر اور استقامت ان کے زندگی کا نمایا وصف ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر قرآن مجید میں بکثرت آیا ہے۔ آپ ابو الانبیاء ہیں، آپ کا لقب خلیل اللہ ہے۔ آپ کی ایک صفت حنیف ہے، آپ کو اللہ نے صحیفوں سے نوارا تھا۔ آپ کی زندگی ہمارے لیے اسوہ ہے۔ آپ شرک سے حددرجہ نفرت کرتے تھے۔ آپ کو بت شکن بھی کہا جاتا ہے۔ آپ کو شرک، اہل شرک اور مشرکین سے شدید نفرت اور عداوت تھی۔ آپ کی مشہور دعا ہے۔ ربِ ھب لی من الصالحین. اے اللہ ہمیں نیک اولاد نصیب فرما۔ خانہ کعبہ آپ نے اور آپ کے بڑے صاحب زادے حضرت اسماعیل علیہ السلام نے مل

کر تعمیر کی۔ حج کے لیے عام اعلان کیا۔ اہل مکہ اور اُمتِ محمدیہ کی خیر و برکت کے لیے مشہور دعا کی۔حضرت ابراہیم علیہ السلام بہت مہمان نواز بھی تھے۔ بہت زیادہ نیک اور سچے تھے۔ آپ کا لقب صدیق بھی ہے۔ ختنہ آپ کی سنت ہے اور قربانی بھی آپ کی سنت ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنتوں پر عمل کرنے کی توفیق دے اور ان کے اسوہ کو اختیار کرنے کی توفیق دے۔ آمین!

مشق اور سوالات:

ا۔ درج ذیل الفاظ کے معانی لکھیے:

یکے بعد دیگرے نمرود بت شکن حنیف
خلیل اللہ متلاشی۔

۲۔ درج ذیل سوالوں کے جواب لکھیے:

(ا) حضرت ابراہیم علیہ السلام کہاں پیدا ہوئے؟

(۲) حضرت ابراہیم کو بت شکن کیوں کہا جاتا ہے؟

(۳) حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ابوالانبیاء کیوں کہاجاتا ہے؟

۳۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں ؟آپ اپنے الفاظ میں دو پیراگراف لکھیں۔

۴۔ درج ذیل الفاظ کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے۔

حادثہ بت گری ستارہ پرستی بے زاری
کلہاڑی قدرت جفاکش خیروبرکت

کرنے کے کام:

الف :ماضی استمرار کی تعریف لکھیے اور اس سبق سے ماضی استمرار تلاش کیجیے۔

ب:اس پیراگراف کا خلاصہ لکھیں۔

”روزانہ کا شیڈول یعنی نظام الاوقات رکھنا واقعی اہم ہے۔ یہ ہمیں اپنے وقت کو اچھی طرح سے منظّم کرنے میں آسانیاں پیدا کرتا ہے۔ اچھے عادات کو فروغ دینے میں مدد کرتا ہے۔ نظم و ضبط رکھنے کے لیے رہنمائی کرتا ہے۔ ایک شیڈول ہمیں دن کے لیے ایک منصوبہ فراہم کرتا ہے اور ہمارے ذہن کو بے جا تھکان سے بچاتا ہے۔ یہ ذہنی انتشار سے بچا کر اپنا کام بہتر اور تیزی سے کرنے میں بھی ہماری مدد کرتا ہے۔ ہم اپنے شیڈول کو دیکھ کر اور ضرورت پڑنے پر تبدیلیاں کر کے زیادہ ضروری کام کو فوقیت دے کر خود کو بہتر بنا سکتے ہیں۔“

ج :"صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے۔" اس کو مرکزی عنوان بنا کر ایک کہانی لکھیے۔

سبق نمبر ۱۸

غزوۂ بدر

نبوت کے بعد مسلمان تیرہ سالوں تک مکہ میں رہے۔ اپنے وطن مکہ اور اُس کے قرب وجوار میں دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا کام کرتے رہے۔ پھر اللہ کا حکم آگیاتو دھیرے دھیرے سب صحابہ کرامؓ ہجرت کرکے مدینہ چلے گئے۔ نبی ﷺ نے بھی اپنے جگری دوست حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ ہجرت کی اور مکہ کو چھوڑدیا۔ اس کے باوجود کفار مکہ خاموش نہ رہے۔ موقع سے مدینہ کے مسلمانوں کو زدوکوب کرتے رہے۔ کوئی مکہ زیارت کے لیے آتا تو اُس کو دھمکیاں دیتے تھے۔ اپنے جاسوس اور لڑاکو دستہ بھی مدینہ بھیجتے رہے۔ مدینہ کے مسلمانوں نے حالات کو بھانپ لیا۔ وہ بھی اپنی چھوٹی چھوٹی ٹکڑیاں قریشِ مکہ کی خبر لینے کے لیے بھیجتے رہے اور اُن کے تجارتی قافلوں کا پیچھا بھی کیا۔

دونوں طرف سے اس طرح کی چھوٹی چھوٹی کارروائیاں ہوتی رہیں کہ ہجرت کے دوسرے سال رمضان المبارک کی سترہ تاریخ کو غزوۂ بدر پیش آیا۔ غزوۂ اس جنگ کو کہتے ہیں جس میں نبی اکرم ﷺ خود شریک ہوئے اور اسلامی فوج کی قیادت کی۔ یہ پہلی جنگ ہے جو مدینہ کے مسلمانوں اور مکہ کے کافروں کے بیچ لڑی گئی۔ مدینہ کے جنوب میں مکہ جانے کے راستے میں پہاڑوں کے دامن میں بدر نامی ایک چھوٹی سی بستی تھی۔ یہ جنگ اسی میدان میں لڑی گئی تھی۔ اس لیے غزوۂ بدر کے نام سے مشہور ہے۔

اس غزوۂ میں صحابہ کرامؓ کی تعداد صرف تین سو تیرہ تھی جو اصلاً قریش کے تجارتی قافلہ کا پیچھا کرنے کے لیے نکلے تھے جب کہ کفارِ مکہ کی تعداد ایک ہزار تھی اور وہ پوری تیاری کے ساتھ مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے آئے تھے۔جب دونوں فوجیں آمنے سامنے ہوگئیں تو مکہ کی فوج سے تین پہلوان عتبہ، شیبہ اور ربیعہ آگے آئے اور گرج کر بولے، کون ہے جو ہمارے مقابلہ میں آئے؟ اسلامی فوج کے کمانڈر اللہ کے آخری نبی ﷺ کی حکم پر حضرت عبیدہؓ بن حارث، حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب اور حضرت علیؓ بن ابی طالب آگے بڑھے اور کچھ ہی دیر میں اپنے مقابل کو ڈھیر کردیا۔ اتنے میں گھمسان کی لڑائی شروع ہوگئی۔ مسلمان بڑی بہادری اور مہارت کے ساتھ لڑے۔ مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی۔ جنگی اسلحے اور سازو سامان بالکل نہیں تھے لیکن مسلمان میدان جنگ میں پہنچے تو پہلے پوری مہارت کے ساتھ پلاننگ کی اور اپنی فوج کو تقسیم کرکے مختلف محاذوں پر لگادیا۔ باہم ذمہ داریاں تقسیم کردیں اور اللہ کی مدد پر مکمل یقین رکھتے ہوئے لڑے۔ نبی اکرم ﷺ نے دعا کی۔ ”اے اللہ! یہ تیرے مخلص بندوں کی مٹھی بھر جماعت ہے جو دین حق کی سربلندی کے لیے نکلے ہیں۔

اگر آج اِن کی مدد نہ کی گئی اور یہ مشرکین مکہ کے ہاتھوں مارے گئے تو پھر قیامت تک اِس سرزمین پر تیری بندگی کرنے والا کوئی نہ ہوگا۔ ''

دعا کے بعد اللہ کے نبی ﷺ نے ایک مٹھی کنکری لی اور دشمن کی جانب پھینک دیا۔ مسلمان کو بلند آواز میں حکم دیا کہ جنگ جاری رکھو۔ مسلمان جنگ بڑی بے جگری سے لڑے۔ بہت سخت مقابلہ تھا، ۱۴ صحابہ کرامؓ شہید ہوئے اور مسلمانوں کے ہاتھوں ۷۰ کفار مکہ بھی مارے گئے۔ جن میں مکہ کے بڑے بڑے سردار بھی شامل تھے۔ مکی لشکر کا سردار ابوجہل بھی مارا گیا۔ دو ننھے صحابیؓ حضرت معاذؓ اور معوذؓ اس دشمن کی تاک میں تھے۔ موقع پاکر وہ دشمن فوج کے بیچ گھس گئے اور دور سے ہی تیر سے وار کیا۔ ابوجہل کا گھوڑا گرپڑا اور وہ بھی زخموں کی تاب نہ لاکر ڈھیر ہوگیا۔ آخر میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ وہاں پہنچے تو اُس بدنامِ زمانہ دشمنِ رسول کی گردن اتار دی اور سر لے کر نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دیکھتے ہی نبی ﷺ نے پہلے اطمینان کا سانس لیا اور پھر کہا یہ میری امت کا فرعون تھا، اللہ نے ہمیں اس سے آج نجات بخش دی۔

اس غزوۂ میں مسلمانوں کو اللہ کی جانب سے خاص مدد حاصل ہوئی اور وہ جیت گئے۔ جنگ کے خاتمہ پر مسلمانوں نے دشمن فوج سے جو میدان جنگ چھوڑ کر بھاگے جارہے تھے، ۷۰ لوگوں کو گرفتار کرلیا اور سب کو قیدی بناکر مدینہ لے آئے۔ بعد میں فدیہ لے لے کر اُن کو آزاد کیا۔ جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے، اُن کا فدیہ طے پایا کہ ہمارے دس آدمی کو لکھنا پڑھنا سکھادو، تو آزاد کردیے جاؤگے۔قیدیوں میں نبی ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب بھی تھے۔آپ کے داماد حضرت ابوالعاصؓ بن ربیع بھی تھے۔

جیت کی خبر مدینہ پہنچی تو لوگ خوشی کے مارے شہر سے باہر نکل آئے اور بڑی گرم جوشی سے اپنے غازی بھائیوں کا استقبال کیا۔ مبارک باد دی اور دیر تک اللہ کا شکر ادا کرتے رہے۔ مسلمانوں کی جیت کوئی معمولی بات نہ تھی۔ ابھی حال یہ تھا کہ قریش مکہ مسلمانوں کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔ پورے عرب میں اُن کی چودھراہٹ تھی۔ مذہبی رعب ودبدبہ تھا۔ وہ بڑے بہادر، پہلوان اور عربوں کے سردار مانے جاتے تھے۔ اور ابھی جب غزوۂ بدر میں اُن کو بری طرح شکست ملی تو حال یہ تھا کہ اُن کو کچھ بھی سجھائی نہیں دے رہا تھا کہ آخر وہ کیا کریں۔ پورے عرب اور بالخصوص اپنے دوست قبائل کے سامنے وہ ذلیل ہورہے تھے۔ غزوۂ بدر میں مسلمانوں کی جیت کی خبر پورے عرب میں جنگل کی آگ کی مانند پھیل گئی۔ اب مدینہ چرچا میں آگیا۔ غزوۂ بدر کو یوم الفرقان بھی کہا جاتا ہے کیوں کہ اس دن حق اور باطل کا فرق صاف صاف سامنے آگیا تھا۔ حق کی بھاری جیت اور کفر کی بُری شکست ہوئی تھی۔

غزوۂ بدر میں آج بھی ہم مسلمانوں کے لیے سبق ہے کہ اللہ کی ذات پر ہم پختہ یقین رکھیں۔ وہ اپنے مخلص بندوں کی مدد ضرور کرتا ہے۔کامیابی کے لیے پختہ ارادہ اور پر عزم ہونا ضروری ہے۔ مسلمانوں کی قیادت بہت ذہین، دوراندیش اور صحیح فیصلہ لینے والی ہونی چاہیے۔ مسلمان ہمیشہ اتحاد، باہمی تعاون اور دین حق کے لیے قربانی وشہادت کے نیک جذبات کو بلند رکھیں۔ اللہ سے اپنا رشتہ مضبوط بنائیں۔ اللہ سے فتح ونصرت کی دعائیں کریں۔ اگر آج بھی ہم سچے اور پختہ ایمان کا مظاہرہ کریں، ہمارے اندر اخلاص ہو، اللہ کی ذات پر کامل بھروسہ ہو، ہم متحد ہوں، حالات پر اچھی نظر رکھیں تو آج بھی کامیابی ہمارے قدم چومے گی۔

آج بھی جب مسلمان مدینہ منورہ کی زیارت کو جاتے ہیں تو بدر کے مقام پر بھی جاتے ہیں۔ وہاں ایک چھوٹی سی مسجد ہے جس کا نام مسجد عریش ہے، اسی جگہ پر نبی اکرم ﷺ کے لیے عریش یعنی سائبان بنایا گیا تھا۔ یہیں آپ ﷺ نے وہ مشہور دعا کی تھی جو ابھی آپ پڑھ چکے ہیں۔ وہاں غزوۂ بدر میں شہید ہونے والے چودہ صحابۂ کرامؓ کا نام بورڈ پر لگا ہوا ہے۔ وہاں جاتے ہی غزوۂ بدر کی یادتازہ ہوجاتی ہے اور ذہن ودماغ میں وہ منظر یاد آجاتا ہے کہ کس طرح صحابۂ کرامؓ نے بے سروسامانی کے عالم میں بھی جنگ لڑی تھی اور اسلحوں سے لیس ایک بڑی فوج کو بری طرح شکست پر مجبور کردیا تھا۔ سلام ہو اُن جانبازوں پر، سلام ہو اُن بہادر صحابہ کرامؓ پر۔ اللہ اُن سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔

مشق اور سوالات:

۱۔ درج ذیل الفاظ کے معانی بتایئے:

بدر	تاک میں ہونا	غزوۂ	بے سروسامانی	اسلحہ
ڈھیر ہوجانا	فدیہ	درعب ودبدبہ	شہید	غازی

۲۔ درج ذیل سوالوں کا جواب دیجیے:

(۱) غزوۂ بدر کن کن کے درمیان لڑی گئی تھی؟

(۲) غزوۂ بدر میں مسلمانوں کو جیت کیوں ملی تھی؟

(۳) سترہ رمضان کو کیا کہا جاتا ہے؟

(۴) ابوجہل کو کس نے مارا تھا؟

(۵) غزوۂ بدر میں کتنے صحابہؓ شہید ہوئے تھے؟

(٦) غزوۂ بدر میں نبی ﷺ نے کیا دعا کی تھی؟

۳۔ غزوۂ بدر پر ایک صفحہ کا مضمون لکھیے۔

۴۔ مسلمانوں نے مدینہ ہجرت کیوں تھی؟

۵۔ اس سبق میں محاورے استعمال کیے گئے ہیں۔ اپنے استاذ کی مدد سے تین محاورے تلاش کیجیے۔

٦۔ خالی جگہ پر کیجیے:

غزوۂ بدر میں آج بھی ہم ------ کے لیے سبق ہے کہ ---- کی ذات پر ہم پختہ یقین رکھیں۔ وہ اپنے مخلص بندوں کی مدد ضرور کرتا ہے۔کامیابی کے لیے ----- اور ----- ہونا ضروری ہے۔ مسلمانوں کی قیادت بہت ذہین، ------ اور ---------- لینے والی ہونی چاہیے۔ مسلمان ہمیشہ ----، باہمی تعاون اور دین حق کے لیے ---------- کے نیک جذبات کو بلند رکھیں۔ ----- سے اپنا رشتہ مضبوط بنائیں۔ اللہ سے ------ کی دعائیں کریں۔ اگر آج بھی ہم سچے اور پختہ ----- کا مظاہرہ کریں، ہمارے اندر ----- ہو، ----- کی ذات پر کامل بھروسہ ہو، ہم ---- ہوں، حالات پر اچھی نظر رکھیں تو آج بھی ----- ہمارے قدم چومے گی۔

۷۔ درج ذیل الفاظ کو اپنے جملوں میں استعمال کریں

زد و کوب	کمانڈر	تاب نہ لانا	ڈھیر ہو جانا
خوشی کے مارے	فدیہ	بے سروسامانی	دور اندیش

سبق نمبر ۲۰

سوتیلی ماں کا آخری وقت

اشرف جہاں بیگم نے کہا: کہ بیٹو! تمھاری طرح ایک دن میں بھی کنواری تھی۔ ماں باپ کا سایہ میرے سر پر موجود تھا۔ آزادی کے دن تھے اور آزادی کی راتیں، خوشی کا وقت تھا اور اطمینان کی باتیں، مگر جوانی نے اس بے فکری کا خاتمہ کر دیا۔ شادی کے پیغام آنے شروع ہوئے۔ میں بظاہر خاموش تھی مگر نکاح میری زندگی اور موت کا فیصلہ تھا۔ تمام گفتگو غور سے سنتی رہی مگر اس لیے کہ محض واقعات پر نتیجہ نکالنا ہوتا تھا۔ میں ابا اماں کی رائے اپنے سے بہت بہتر سمجھتی تھی، کیوں کہ وہ تجربہ کار تھے۔ پھر بھی آج جب کہ نو برس سے زیادہ ہوئے ہیں، زبان سے نکالتی ہوں کہ اماں جان کے ایک پیغام سے انکار کرنے کا مجھ کو اتنا رنج ہوا کہ میں نے دو وقت تک روٹی نہیں کھائی۔

وہ میرے چچا زاد بھائی کا پیغام تھا، لیکن آخر اُن کی رائے ٹھیک نکلی اور میرا خیال بالکل غلط نکلا۔ اُس شخص نے پے در پے تین بیویاں کیں اور تینوں کو جلا جلا کر اور گھلا گھلا کر پار اُتارا۔ جب اماں جان نے اِس گھر کو، جس میں ہم بیٹھے ہیں، پسند کیا اور رضا مندی ظاہر کی تو مجھ کو سب سے بڑا اندیشہ یہ تھا کہ اِن دونوں کلیجے کے ٹکڑوں کو، جو میرے پاس بیٹھے رو رہے ہیں، کہنے کو سوتیلے مگر پیٹ کے بچوں سے زیادہ عاشق زار، کس طرح خوش رکھوں گی۔ یہی دھڑکا تھا جس کو ساتھ لیے میں سسرال میں آداخل ہوئی۔

سرکار نے، جیسا دنیا کے تمام مردوں کا قاعدہ ہے، میری صورت دیکھتے ہی بچوں کی وقعت کم کردی۔ ان کا کھانا پینا، پہننا اوراوڑھنا سب میرے ہاتھ

میں تھا۔ میں خود بچہ تھی اور اِن بچوں کی خدمت میرے بس کا کام نہ تھا۔ پھر بھی خوف خدا میرے دل میں تھا۔ میں سمجھتی تھی کہ دنیا کی کسی حالت کو قیام نہیں۔ زندگی کے ساتھ انقلاب لگے ہوئے ہیں۔ یہ دو معصوم روحیں، جو قدرت نے میرے سپرد کی ہیں، محض میری شفقت کی محتاج ہیں۔ نہ معلوم چند روز بعد میں اِس شفقت کے قابل بھی رہوں یا نہ رہوں، میں اندھی لنگڑی کانڑی رانڈ ہو جاؤں اور بھیک بھی مجھ کو میسر نہ ہو، اس لیے جہاں تک ممکن ہوتا، میں ان کی خاطر مدارات کرتی۔ دو سال اسی طرح گزرے اور میں بھی ایک بچے کی ماں بن گئی۔ مجھے اب اپنے بچے کے آگے یہ دونوں زہر معلوم ہوتے اور ہر وقت یہ خواہش ہوتی کہ سرکار کی تمام محبت چاروں طرف سے کھنچ کر میری طرف آجائے۔

میری آرزو پوری ہوئی۔ سرکار دم بھر میرے بچے سلمان کو آنکھ سے اوجھل نہ کرتے اور اپنے بچے عرفان کو، جو مشکل سے تین برس کا ہوگا، ہمارے کمرے تک میں نہ گھسنے دیتے۔ اسی طرح چار برس گزر گئے۔ میرا ہر دن عید اور ہر رات شب برأت تھی۔ ان سوتیلے بچوں کا کانٹا قریب قریب نکل چکا تھا۔ یہ زندہ تھے مگر مردوں سے بدتر، میں بھی اس وقت کچھ ایسے گھمنڈ میں تھی کہ مجھے ان دونوں سے سیدھے منہ بات کرنا قسم۔ میں جو ہاتھ اٹھا کر دیتی یہ لے لیتے، جو کہتی وہ کر لیتے، عرفان لاکھ بچہ تھا مگر چھ سات برس کا بچہ اپنی حالت اچھی طرح پہچانتا اور اپنی عزت پوری طرح جانتا تھا۔ دن بھر میرے بچے کے پیچھے پیچھے خوشامد کرتا پھرتا۔ پٹتا، گھڑکیاں سنتا اور اُف نہ کرتا۔ مجھ کو خود ایسے لڑکے کی ضرورت تھی، جو ہر وقت سلمان کی خدمت کرتا رہے۔ اس کو بہلائے کھلائے اور اس کی خدمت کرے۔ ان داموں عرفان

مجھ کو کچھ گراں نہ تھا۔ سلمان کھانا کھا چکتا تو اس کے آگے کا بچا بچایا کھانا بھی اس کو دے دیتی۔ پرانی دھرانی جوتی پھٹا پرانا کرتا، اسی کے کام آتا۔

میری سوکن کے زمانے کا ایک طوطا تھا جس کو ہیر امن کہتے تھے۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ گرمی کے موسم میں شام کے وقت نہانے جا رہی تھی۔ سونے کی گھڑی نکال کر میں نے رکھنی چاہی، سلمان میرے پاس بیٹھا کھیل رہا تھا۔ گھڑی دیکھتے ہی مچل گیا۔ دس بیس روپے کی چیز ہوتی تو خیر، ساڑھے تین سو کی گھڑی میں نے اٹھا کر صندوقچے میں چھپا دی۔ بچہ مچل گیا، لگا پٹخنیاں کھانے، عرفان اس کو پنکھا جھل رہا تھا۔ بہلایا چمکارا، مگر بچہ کسی طرح قابو میں نہ آیا۔ اسی سلسلے میں غریب جاکر طوطے کا پنجرہ اٹھا لایا اور کہنے لگا: ”مٹھو میاں پر ہنس رہا ہے۔“

وہ تو ادھر بہلا اور میں غسل خانے میں پہنچی۔ ابھی اچھی طرح نہانے بھی نہ پائی تھی کہ اس کے بلکنے کی آواز میرے کان میں پہنچی۔ کیسا نہانا اور کس کا غسل، جلدی سے تین لوٹے ڈال کر باہر آئی تو کیا دیکھتی ہوں کہ بچے کی انگلی سے خون کی تلّلی بندھی ہوئی ہے اور وہ تڑپ رہا ہے۔ محبت کے مارے بے تاب اور غصہ کے مارے آگ بگولہ ہوگئی۔ انّا نے کہا کہ موے عرفان نے طوطے سے انگلی کٹوا دی۔ اتنا سنتے ہی میں آپے سے باہر ہو گئی۔ بس چلتا تو عرفان کی بوٹیاں کاٹ کر چیلوں کو دے دیتی۔ میں نے غضب کی بھری ہوئی نگاہ اس پر ڈالی۔ اس کی رنگت زرد پڑی ہوئی تھی۔ اس کی نگاہ میرے چہرے پر تھی اور تھر تھر کانپ رہا تھا۔ وہی طوطے کا پنجرہ، جس کی ایک تیلی ٹوٹی ہوئی تھی، اٹھا کر اس کے منہ پر اس زور سے مارا کہ تیلی انگلی بھر کنپٹی میں گھس گئی۔ اس کے گورے گورے کلے خون میں لہولہان ہو گئے۔ بن ماں کا

بچہ اس وقت مصیبت کی سچی تصویر تھا۔ بے کسی اس کے چہرے پر برس رہی تھی اور گھونگھر والے بال اس کی بے گناہی کی داد دے رہے تھے۔ اس کی معصوم آنکھیں آنسوؤں کی جھڑیاں بہا رہی تھیں، مگر میرے غصے کی آگ کسی طرح ٹھنڈی نہ ہوتی تھی۔ جب تک انّا نے انگلی دھلا کر پٹی باندھی، میں نے اس مصیبت کے مارے کا ہاتھ پکڑ کر دو طمانچے اور مارے اور پھر ایک دھکا دیا کہ بے قرار ہو کر دور جا پڑا اور ستون کی کنکر بھوں میں چبھ گئی۔ کنپٹی پہلے ہی لہولہان ہو رہی تھی، بھوں بھی زخمی ہوگئی۔

بے بس اور مظلوم عرفان کی وہ تصویر آج تک میرے دل سے فراموش نہ ہوئی۔ اس کے کپڑے خون میں شرابور تھے۔ مگر اس کو اپنی تکلیف کا مطلق خیال نہ تھا، بل کہ اس سے بھی بہت زیادہ مار پیٹ کا یقین تھا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ وہ ہاتھ جوڑے ایسی نظر سے مجھ کو دیکھ رہا تھا، جو میرے رحم کی التجا کر رہی تھی۔ ڈر کے مارے آواز بند تھی اور ایک آٹھ برس کی جان میرے سامنے تھر تھر کانپ رہی تھی۔ میں اس حالت میں غصے میں بھری اپنے سلمان کو گود میں لیے اپنے کمرے میں پہنچی۔ وہ سو گیا تھا، پلنگ پر لٹا دیا۔ اتنے ہی میں سرکار تشریف لے آئے۔ سلمان کو کلیجہ سے لگائے بیٹھی تھی، دیکھتے ہی گھبرا گئے اور پوچھا: ”کیوں خیر تو ہے؟“

میں آبدیدہ ہو کر: ”ہاں شکر ہے اللہ کا! اس کا پنڈا پھیکا ہو گیا۔ وقت کی بات ہے کہ چوک گئی،انّا کمبخت بھی اُدھر چلی گئی۔ عرفان نے طوطے سے کٹوا دیا۔ اتنا سارا جیتا جیتا خون نکل گیا۔ یہ بلک رہا تھا، وہ ہنس رہا تھا۔ میں نہ آؤں تو ساری انگلی الگ ہو جائے۔“

سرکار کی حالت تو اتنا سنتے ہی کچھ سے کچھ ہوگئی۔ وہ بغیر کپڑے اتارے

باہر گئے اور عرفان کو اٹھا کر دالان سے انگنائی میں پھینک دیا۔ چھ برس کے بچے کی بساط ہی کیا، ہاتھ کی ہڈی جڑ سے ٹوٹ گئی۔ ایسی حالت میں سرکار نے اس کے کپڑے اتروائے اور ہنٹر لے کر اس کو اس قدر مارا کہ تمام کھال ادھڑ گئی۔ بے گناہ معصوم کے پاس قصور سے بری ہونے کی کوئی شہادت نہ تھی۔ وہ سر سے پاؤں تک خون میں ڈوب چکا تھا اور کوئی حمایتی لاوارث عرفان کا ایسا نہ تھا جو ہم ظالموں کے قبضے سے مظلوم کو نکال لے۔ آخر سرکار نے اس کا ہاتھ پکڑ کر گھر سے نکال دیا اور سلمان کو گود میں لے کر بیٹھ گئے۔ اس وقت میں نہایت خوش، دل میں ہنسی، ظاہر میں ٹھنڈے سانس بھرتی باہر آئی۔ رات چاندنی تھی آٹھ بج چکے تھے۔ ڈیوڑھی میں کھسر پھسر کی آواز کان میں آئی۔ میرا قدم دھرنا تھا کہ احسان، عرفان کا بڑا بھائی، جو اب دس برس کا تھا، میری صورت دیکھتے ہی سہم گیا۔ اس کی گود میں عرفان کا سر تھا وہ ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا: " یہ سو گیا جاگتا ہی نہیں، میں اس کو ابھی لے جاتا ہوں۔" احسان نے رو رو کر کچھ اس درد سے بھائی کی حالت بیان کی کہ اس وقت میں لرز گئی۔ دیکھتی ہوں تو عرفان بے ہوش پڑا ہے۔ گھبرا کر گھر میں آئی سرکار کی آنکھ لگ گئی تھی۔ صندوقچی کھول کر عطر نکالا۔ ٹرنک کھول کر کپڑے نکالے۔ لے کر آئی تو وہ دونوں بچے جا چکے تھے۔

خاموش ہو کر بیٹھ گئی۔ معاملے پر غور کیا تو بن ماں کا بچہ بے گناہ تھا۔ اس پر جو ظلم ٹوٹا، وہ خدا دشمن کو بھی نہ دکھائے۔ اس کی عبرت ناک تصویر، اس کا میرے آگے ہاتھ جوڑنا، بلکنا اور رونا، میرے کلیجے کے پار ہو رہا تھا۔ دل نے اس وقت یہ صدا دی : اشرف جہاں! زندگی کا اعتبار نہیں اگر آج تیرا دم نکل گیا تو عرفان سے بدتر حالت سلمان کی ہوگی۔" اس خیال کا

دل میں آنا تھا کہ سلمان کی یہی تصویر آنکھوں میں پھر گئی۔ برقع اوڑھ باہر نکل گئی۔ کوٹھی کے سامنے قبرستان تھا۔ چاندنی رات میں دو معصوم بچے ایک قبر پر نظر آئے۔ چھوٹا بے ہوش تھا اور بڑا اس کی صورت دیکھ دیکھ کر تڑپ رہا تھا۔ میں چپکی کھڑی اُن کو دیکھ رہی تھی۔ دفعتاً چھوٹا کسمسایا اور بڑے نے اس کے منہ پر منہ رکھ کر کہا: " بھائی اُٹھ بیٹھ"۔

عرفان : " بھائی میرے ہاتھ میں بڑا درد ہو رہا ہے، ہاتھ نہیں اٹھتا۔ ابا جان نے جو باہر پھینکا تو چوٹ لگ گئی۔"

احسان:"لا میں اپنا کرتا اُتار کر باندھ دوں، ہمارا بھی تو اللہ ہے۔ اب ہم بڑے ہوجائیں گے تو آپ کمانے لگیں گے۔"

عرفان: "اچھے بھائی! خدا کے لیے میرا سر دبا دے، بڑا درد ہو رہا ہے۔ تیلی آدھی گھس گئی ہے، پھر ستون گھسا۔ میری اماں ہوتیں تو وہ دبا دیتیں۔"

احسان : " اماں کے سامنے ابا ہی کیوں مارتے۔ اماں ہی کے مرنے سے تو ہماری مٹی ویران ہوئی۔ اس قبر میں اماں میری سو رہی ہیں۔ اماں جان! ہم کو بھی اپنے کلیجے سے لگا لو۔"

یہ کہہ کر دونوں بھائی لیٹ گئے اور چیخیں مار مار کر رونے لگے۔ اُس وقت میری بھی حالت بگڑ چکی تھی۔ موت میرے سامنے کھڑی تھی اور ظلم ناحق کی سزا، دوزخ کے شعلے میرے رو برو بھڑک رہے تھے۔ میں دونوں کو اٹھا کر گھر لائی۔ رات بھر اُن کی خدمت کی۔ صبح کی صبح اُٹھتے ہی ڈاکٹر کو بلایا۔ ہاتھ پر پٹی بندھوائی اور سچے دل سے خدا کے حضور میں توبہ کی۔ وہ دن اور آج کا دن۔ یہ تینوں اب جوان میرے سامنے بیٹھے ہیں۔ ان میں رتی بھر فرق کیا ہو تو خدا کے یہاں دین دار ہوں۔

پیارے بچو! احسان، عرفان! اس ظلم کی آج تم دونوں سے معافی مانگتی ہوں۔ میری زندگی ختم ہوگئی اور اب میں اس جگہ جا رہی ہوں جہاں ہر فعل کی جزا اور ہر کام کی سزا بھگتنی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ تم مجھ پر اُس ظلم کا دعویٰ کرو۔ اب دونوں بچے اشرف جہاں بیگم کو لپٹے،دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے اور کہہ رہے تھے: اماں جان! ہمیں تو وہ بات ایک خواب سی یاد ہے۔ ہاں یہ اچھی طرح یاد ہے کہ آپ کی محبت نے حقیقی ماں کو بھلا دیا۔

اب اشرف جہاں بیگم نے کہا: ”پیارے بچو! ممکن ہے تم کو بھی میری طرح ایسے بچوں سے سابقہ پڑے،مگر یاد رکھو کہ اُن کے دُکھتے ہوئے دلوں کی آہ اچھی نہیں ہوتی۔ جس طرح میں اپنے فعل پر نادم ہو کر آج خدا کے حضور میں سرخرو جا رہی ہوں، اسی طرح جانے کی کوشش کرنا اور وہ موت ایسی ہوگی جس پر ہزاروں زندگیاں قربان ہوں۔ (مصور غم علامہ راشد الخیری)

پیارے بچو! اس سبق کو آپ نےپڑھا، یہ واقعہ بہت عبرت اور نصیحت والا واقعہ ہے۔ آج کے معاشرہ میں بیوہ، مطلقہ عورتوں کو عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا ہے۔ انہیں معاشرہ میںالگ تھلگ کردیا جاتا ہے۔ ان کو حقوق زوجیت اور عام بنیادی انسانی حقوق سے بھی بسا اوقات محروم کردیا جاتا ہے۔ دوسری طرف اگر کسی بیوہ یا مطلقہ خاتون کو پہلے سے آباد گھر میں لایا جاتا ہے تو وہ اس گھر کے بچوں سے نفرت کرنے لگتی ہے اور ان کے ساتھ نازیبا سلوک کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بیوہ اور مطلقہ عورت کو سماج میں اچھا نہیں مانا جاتا ہے اور ان کو آسانی سے کسی گھر میں قبول نہیں کیا جاتا ہے۔ اسلام نے عام لوگوں کو عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کی تعلیم دی ہے۔ اللہ کے نبی ﷺ نے عمل کرکے دکھایا ہے۔ ہمیں بھی

ایک مثالی معاشرہ قائم کرنے کے لیے خواتین کو احترام دینا چاہیے۔

مشق اور سوالات:

ا۔ درج ذیل الفاظ کے معانی یاد کیجیے:

پار اتارا	:	مار ڈالا۔ ہلاک کیا
رانڈ	:	بیوہ
دن عید رات شب برات	:	انتہائی خوشی کی زندگی
خون کی تلّلی بندھ جانا	:	خون جاری ہوجانا
بسا اوقات	:	کبھی کبھار
آگ بگولہ ہونا	:	بہت غصے میں آنا
آپے سے باہر ہونا	:	بے حد غصہ ہونا۔ حواس کھو دینا
کلے	:	گال رخسار
مطلق	:	بالکل
سہم جانا	:	ڈر جانا
لرزنا	:	کانپنا۔ تھر تھرانا
کسمسانا	:	انگڑائی لینا۔ پہلو بدلنا۔ گھبرانا
مٹی ویران ہونا	:	تباہ ہونا .برباد ہونا
دَین دار	:	قرض دار۔ مقروض
اندیشہ	:	دھڑکا، کھٹکا، خوف
اوجھل کرنا	:	پردہ کرنا، غائب ہونا
داد دینا	:	تعریف کرنا

وقعت	:	ساکھ، عزت، اعتبار
آبدیدہ ہونا	:	آنکھ میں آنسو بھر آنا
پنڈا پھیکا ہونا	:	بدن گرم ہونا، ہلکی حرارت ہونا
بساط	:	حیثیت - طاقت

۲۔ درج ذیل سوالوں کے جواب دیجیے:

(۱) سوتیلی ماں کسے کہتے ہیں؟

(۲) اشرف جہاں بیگم کا عرفان اور احسان سے کیا رشتہ تھا؟

(۳) ماں بننے سے پہلے اشرف جہاں بیگم کا دونوں معصوم بچوں کے ساتھ کیا سلوک تھا؟

(۴) ماں بننے کے بعد اشرف جہاں بیگم کو دونوں معصوم بچے کس طرح معلوم ہوتے تھے؟

(۵) اشرف جہاں بیگم اور اس کے شوہر نے عرفان کی کیوں پٹائی کی؟

(٦) عرفان اور احسان گھر سے نکل کر کہاں چلے گئے تھے؟

(۷) اشرف جہاں بیگم کو اپنے عمل پر کیوں ندامت ہوئی؟

(۸) اشرف جہاں بیگم نے بچوں کو کیا نصیحت کی؟

۳۔ نیچے کی عبارت میں خالی جگہیں پر کیجیے:

(۱) میں ابا اماں کی رائے اپنے سے بہت.......... سمجھتی تھی۔

(۲) میری صورت دیکھتے ہی بچوں کی..........کم کردی۔

(۳) میری سوکن کے زمانے کا ایک.........تھا۔

(۴) سلمان کو.......... سے لگائے بیٹھی تھی۔

(۵) بے گناہ معصوم کے پاس..... سے بری ہونے کی کوئی شہادت نہ تھی۔
(٦) عرفان ! " بھائی میرے ہاتھ میں بڑا.........ہو رہا ہے۔
(۷) میں دونوں کو اٹھا کر........... لائی۔

۴- درج ذیل الفاظ کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے:
پیغام ،اندیشہ، اوجھل، خدمت، شرابور، شعلہ، نادم

۵۔ واحد سے جمع بنائیے:
مصیبت، حالت ،پیغام ،شعلہ ،انقلاب

٦- درج ذیل الفاظ کی ضد لکھیے :
آزادی، رنج ، غلط، شام، کم، بخت

۷- درج ذیل الفاظ کی تذکیر و تانیث علاحدہ لکھیے :
تجربہ ، خاطر ،بھیک ، واقعہ، پسند، مظلوم

۸۔ درج ذیل الفاظ کا مفہوم استاد سے پوچھ کر لکھیے:
مطلقہ ،بیوہ ،قصور ،انّا ،صندوقچی ،ڈیوڑھی

افسانہ:

افسانہ اس مختصر کہانی کو کہتے ہیں جس میں کسی کی زندگی کے ایک واقعہ یا ایک پہلو کی فنی اور تخلیقی پیش کش ہو۔ جس میں اختصار اور وحدت تاثیر بنیادی خصوصیت رکھتے ہیں۔ یعنی کہانی میں ایک کردار ،ایک واقعہ ،ایک ذہنی کیفیت ،ایک جذبہ اور ایک مقصد پیش کیا گیا ہو۔

سبق نمبر ۲۱

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ مسلمانوں کے مشہور خلیفہ تھے۔ خلیفہ بننے سے پہلے وہ بڑی شان وشوکت والی زندگی گزارتے تھے لیکن خلیفہ بنتے ہی ان کی زندگی بالکل بدل گئی۔ انھوں نے شاہانہ ٹھاٹ باٹ ترک کر دیا۔ اپنے سارے قیمتی لباس، سامان اور بیوی کے زیورات بیت المال میں داخل کر دیے۔ انتہائی سادہ، قناعت والی اور پاکیزہ زندگی گزارنے لگے۔

وہ بہت سادہ لباس پہنتے، معمولی کھانا کھاتے اور ایک کچے مکان میں رہتے تھے۔ اُن کے بیوی بچوں کی زندگی بھی سادگی سے گزرنے لگی۔ وہ چاہتے تو اپنے بیوی بچوں کو لذیذ کھانے کھلا سکتے تھے، عمدہ کپڑے پہنا سکتے تھے لیکن اُنھیں بیت المال سے رقم لینا گوارا نہ تھا۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے، عید کا دن قریب تھا۔ سب لوگ اپنے بچوں کے لیے نئے نئے کپڑے بنوا رہے تھے۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے بچوں نے بھی اپنی ماں سے نئے کپڑوں کی فرمائش کی تو ماں بے چین ہو گئیں۔ وہ شوہر کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور سارا حال کہہ سنایا۔ بیوی کی بات سن کر انھوں نے فرمایا " اے فاطمہؒ ! میرے پاس اتنی رقم کہاں ہے کہ بچوں کے لیے نئے کپڑے بنوا سکوں؟"

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ انتہائی ایمان داری سے بیت المال کی حفاظت کرتے تھے۔ نہانے یا وضو کرنے کے لیے سرکاری باورچی خانے میں گرم کیا ہوا پانی استعمال نہیں کرتے تھے۔ انھیں بیت المال میں رکھی ہوئی مشک کو سونگھنا تک گوارا نہ تھا۔

ایک رات وہ کسی سرکاری کام میں مصروف تھے اور سرکاری چراغ جل رہا تھا۔ اتنے میں ایک ملاقاتی صرف اُن کی خیریت دریافت کرنے کے لیے آگیا۔ انھوں نے سرکاری چراغ بجھا دیا اور اپناذ اتی چراغ منگوا کر جلایا۔

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ اپنے ارد گر د خوشامدیوں کو دیکھنابالکل پسند نہیں کرتے تھے۔ وہ اکثر عالموں کو بلواتے اور اُن سے نصیحت کی درخواست کرتے۔ وہ چاہتے تھے کہ علماء انصاف کرنے میں ان کی رہ نمائی کریں۔ نیکی کے کاموں میں مدد کریں۔ حاجت مندوں کی درخواستیں ان تک پہنچائیں اور ان کے سامنے

کسی کی غیبت نہ کریں۔ وہ ملازموں کے آرام کا خیال رکھتے اور کسی کام کو کم تر نہیں سمجھتے تھے۔ ایک بار، رات کو کسی مہمان سے گفتگو فرما رہے تھے کہ دفعتاً چراغ جھلملانے لگا۔ قریب ہی ایک ملازم سویا ہوا تھا۔ مہمان نے کہا کہ اس کو جگا دوں؟ بولے : سونے دو۔ مہمان نے کہا:" میں خود اٹھ کر چراغ ٹھیک کر دوں؟" لیکن وہ بولے "نہیں، مہمان سے کام لینا مناسب نہیں۔" آپ خود ہی اُٹھے۔ برتن سے زیتون کا تیل لیا اور چراغ کو ٹھیک کر کے پلٹے تو کہا: " جب میں اُٹھا تھا تو عمر بن عبد العزیزؒ تھا اور جب پلٹا تب بھی عمر بن عبد العزیزؒ ہوں۔"

اُن کے زمانے میں بڑی خوش حالی تھی۔ لوگ اُن کے پاس کثرت سے مال لاتے اور کہتے کہ غریبوں میں بانٹ دیجیے لیکن وہ یہ کہہ کر مال واپس کر دیتے تھے کہ حاجت مند نہیں ملتے، پھر یہ مال کسے دیا جائے؟ انھوں نے لوگوں کی سہولت کے لیے مسافر خانے بنوائے، شراب پر پابندی لگائی اور بے جا رسموں کو ختم کیا۔ غلاموں اور باندیوں کو آزاد کرایا۔ شاہی خاندان کے لوگوں اور حکومت کے افسروں کے ظلم وستم اور بے جا زیادتیوں سے عوام کو نجات دلائی۔ ان کی خلافت کا زمانہ صرف دو سال پانچ مہینے رہا۔ حیرت اس بات پر ہے کہ اتنے کم عرصے میں یہ ساری اصلاحات عمل میں آگئیں۔ تاریخ میں ایسے عادل، نیک اور پرہیز گار اسلامی حکم راں کا نام ہمیشہ روشن رہے گا۔ اُن پر اللہ کی رحمت ہو۔

مشق اور سوالات:

الفاظ ومعانی:

بیت المال : سرکاری خزانہ اور مال رکھنے والا گھر

حاجت مند : ضرورت والا، محتاج
عادل : عدل کرنے والا
مشک : ایک قسم کا خوش بودار مادہ
اصلاحات : (اصلاح کی جمع) رعایا کی بھلائی کے لیے نظام حکومت کی خرابیوں اور برائیوں کو دور کرنا
حکم راں : حاکم، بادشاہ

الف: درج ذیل سوالات کے جوابات لکھیے:

(۱) خلیفہ بنتے ہی حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کی زندگی کس طرح بدل گئی؟
(۲) حضرت عمر بن عبد العزیزؒ اپنے بچوں کی فرمائش کیوں پوری نہ کر سکے اور نئے کپڑے کیوں نہ بنوا سکے؟
(۳) ایک ملاقاتی کے آنے پر خلیفہ عمر بن عبد العزیزؒ نے سرکاری چراغ کیوں بجھا دیا؟
(۴) خلیفہ عمر بن عبد العزیزؒ نے اپنے دور خلافت میں کون کون سے کام انجام دیے؟
(۵) خلیفہ عمر بن عبد العزیزؒ کی خلافت کا زمانہ کتنا تھا؟

ب: مناسب الفاظ سے خالی جگہیں پُر کیجیے :

۱۔ انھیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ سے رقم لینا گوارا نہ تھا۔
۲۔حضرت عمر بن عبد العزیزؒ اپنے ارد گرد۔۔۔۔کو دیکھنا پسند نہیں کرتے تھے۔
۳۔ وہ ملازموں کے۔۔۔۔۔۔۔۔ کا خیال رکھتے تھے۔
۴۔۔۔۔۔۔۔۔نہیں ملتے۔ پھر یہ مال کسے دیا جائے؟

ج: مندرجہ ذیل الفاظ کی ضد لکھیے :

گوارا ایمان داری عالم غلام کچا

د: مندرجہ ذیل الفاظ کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے :
(۱) ٹھاٹ باٹ (۲) فرمائش (۳) حاجت مند (۴) لذیذ (۵) عادل

قواعد:

درج ذیل جملے غور سے پڑھیے :

(۱) ماں بے چین ہو گئیں وہ شوہر کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور سارا حال کہہ سنایا۔

(۲) حضرت عمر بن عبد العزیزؒ اپنے ارد گرد خوشامدیوں کو دیکھنا پسند نہیں کرتے تھے۔ وہ اکثر عالموں کو بلواتے اور ان سے نصیحت کی درخواست کرتے۔

(۳) مہمان نے کہا : میں خود اٹھ کر چراغ ٹھیک کردوں؟

پہلے جملے میں لفظ ''وہ'' ماں کے لیے استعمال ہوا۔ دوسرے جملے میں لفظ '' وہ'' حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے لیے استعمال ہوا۔ تیسرے جملے میں لفظ'' میں'' مہمان کے لیے استعمال ہوا۔ اِن جملوں میں ماں، حضرت عمر بن عبد العزیزؒ اور مہمان تینوں اسم ہیں۔ وہ اور میں، ضمیر ہیں۔

یادرکھو! کہ جو لفظ کسی اسم کی جگہ پر بولا جائے اُسے ضمیر کہتے ہیں۔ جیسے : وہ، تو، تم،آپ، میں، ہم، ضمیریں ہیں۔ ہم بولتے ہیں: وہ آیا، تم آئے، میں آیا، ہم آئے، تو آیا۔

اب آپ اس سبق سے پانچ ایسے جملے چن کر لکھیے جن میں ضمیروں کا استعمال کیا گیا ہو۔

سبق نمبر ۲۲

سیرت ائمہ اربعہ

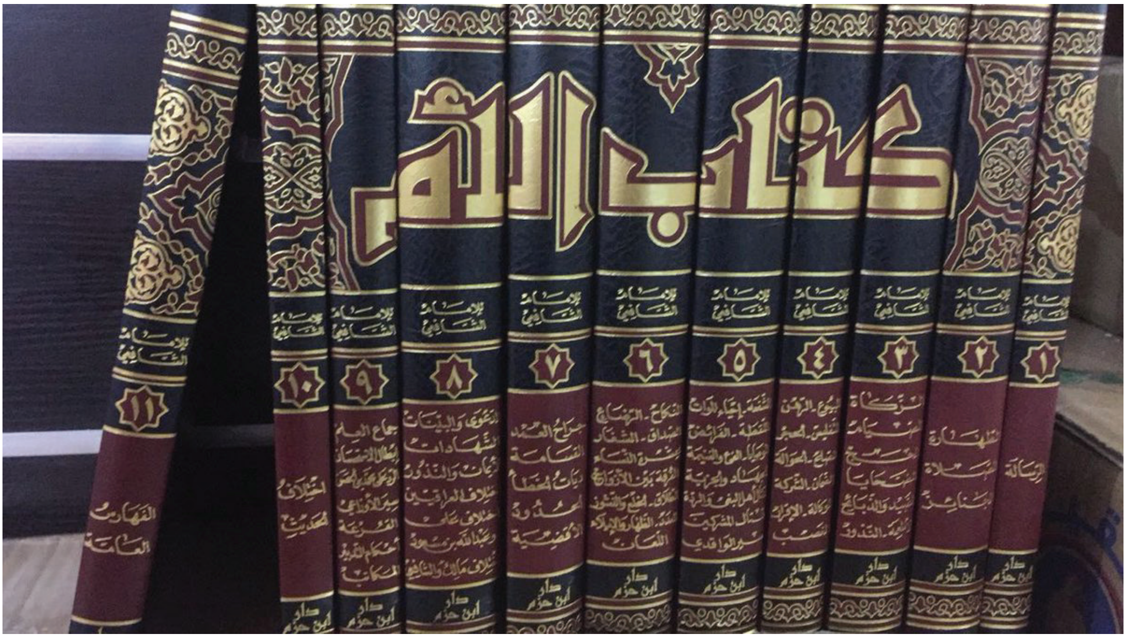

مسلمانوں کے چار امام یعنی امام ابو حنیفہؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام شافعیؒ اور امام مالکؒ بہت مشہور ہیں۔ ان قابل احترام علماء اور ائمہ نے اسلامی فقہ کی ترقی میں اہم کردار ادا کیا، ایک لازوال میراث چھوڑی جو آج تک اسلامی قانونی روایت کو تشکیل دے رہی ہے۔ اپنے گہرے علم، بصیرت افروز تشریحات اور اسلامی اصولوں کے ساتھ غیر متزلزل وابستگی کے ذریعے، چاروں اماموں نے اسلامی قانون (فقہ) کی تفہیم میں اہم کردار ادا کیا۔

امام ابو حنیفہؒ:

امام ابو حنیفہؒ جن کا پورا نام نعمان بن ثابت تھا، سنہ ۶۹۹ عیسوی میں کوفہ، عراق میں پیدا ہوئے۔ ایک علمی گھرانے میں پرورش پائی اور غیر معمولی ذہانت کے مالک تھے۔امام ابوحنیفہؒ کی علمی پیاس نے انہیں مختلف مضامین عقائد،

فلسفہ اور ریاضی کا مطالعہ کرنے پر مجبور کیا، لیکن ان کو اسلامی شریعت اور فقہ میں گہری دلچسپی تھی۔

امام ابو حنیفہؒ نے اپنے زمانے کے نامور علماء اور اساتذہ سے علم حاصل کیا۔ سیکھنے کے لیے ان کی لگن اور عزم نے انھیں اسلامی فقہ میں مشہور کر دیا۔ فقہ کے بارے میں امام ابو حنیفہؒ کا نقطۂ نظر، استدلال اور استنباط کا طریقہ یہ تھا کہ وہ قرآن و حدیث کی تعلیمات کی تشریح بنیادی اصولوں کی روشنی میں کرتے تھے۔ان کا طریقہ کار دو بظاہر مخالف آراء کو ملانا، اسلامی تعلیمات کو آسان بنانا اور فقہی فیصلوں میں سماجی و ثقافتی پہلو کو بھی پیش نظر رکھنا تھا۔

اسلامی فقہ میں امام ابو حنیفہؒ کی بے پناہ خدمات کے سبب انہیں "امام اعظم " کا خطاب دیا گیا۔ ان کے اجتہادات اور تعلیمات جو ان کے ممتاز طلباء نے مرتب کیے ہیں، فقہ حنفی کی بنیاد ہیں۔ جس نے مسلم دنیا میں وسیع پیمانے پر پہچان اور اثر حاصل کیا۔ امام ابوحنیفہؒ نے علم کے حصول میں اخلاقیات، تقویٰ اور عاجزی کی اہمیت پر بھی زور دیا۔ ایک شاندار فقیہ، اسکالر، اور مجتہد کے طور پر ان کا علمی ورثہ اسلامی فقہ کو تشکیل دیتا ہے اور مسلمانوں کی نسلوں کو علم حاصل کرنے اور انہیں حکمت کے ساتھ لاگو کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ:

امام احمد بن حنبلؒ ۷۸۰ عیسوی میں بغداد، عراق میں پیدا ہوئے۔ اس زمانہ میں مذہبی اور فلسفیانہ بحثوں کا دور دورہ تھا۔ جہاں مختلف مکاتب فکر کو فروغ ملا۔ ابتدائی عمر سے ہی، امام احمد بن حنبلؒ نے اسلامی علم کے مطالعہ کے لیے شدید جذبہ کا مظاہرہ کیا اور خود کو اسلام کی مستند تعلیمات کو سمجھنے

اور اس کے تحفظ کے لیے وقف کر دیا۔

امام احمد بن حنبلؒ نے اپنے وقت کے معزز علماء سے تعلیم حاصل کی، حدیث، فقہ اور اسلامی علم کی دیگر شاخوں کا مطالعہ کیا۔ انہوں نے اپنی بے مثال یادداشت اور نبی محمدﷺ کی احادیث کو محفوظ رکھنے میں احتیاط کی وجہ سے شہرت حاصل کی۔ وہ سنت سے بے پناہ محبت کرتے تھے۔انہوں نے اپنے عہد کے مذہبی اور فلسفیانہ رجحانات کے خلاف جنگ کی اور ایمان و عمل کے معاملہ میں صحیح حدیث پر بنیاد کو برقرار رکھا۔

امام احمد بن حنبلؒ کی سنت پر ثابت قدمی اور دینی اصولوں کے معاملات میں سمجھوتہ کرنے سے انکار نے ان کی شہرت میں بے پناہ اضافہ کردیا۔ انہوں نے سچائی کو برقرار رکھنے میں ثابت قدم رہنے کی وجہ سے ظلم و ستم اور قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ اس کے باوجود، ان کی لگن اوران کا علم حنبلی مکتب فکر کی ترقی میں اہم کردار ادا کرتاہے جو کہ ایک ممتاز اور باثر فقہ کے طور پر ابھرا۔ آج امام احمد بن حنبلؒ کی میراث برقرار ہے کیوں کہ ان کی تعلیمات اور قانونی احکام مسلمانوں کو قرآن اور پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مستند روایات کے مطابق اپنے عقیدے کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے میں رہنمائی کرتے رہتے ہیں۔

امام محمد بن ادریس الشافعیؒ :

امام محمد بن ادریس الشافعیؒ، سن ۷۶۷ عیسوی میں غزہ، فلسطین میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی عمر سے ہی امام شافعیؒ نے غیر معمولی ذہانت اور علم کی پیاس کا مظاہرہ کیا۔ انہوں نے علم کی تلاش کا ایک شاندار سفر شروع کیا اور اسلامی فقہ کی ترقی میں سب سے زیادہ باثر شخصیات میں سے ایک بن گئے۔

امام شافعیؒ نے مکہ، مدینہ اور عراق سمیت مختلف ملکوں کے نامور علماء سے تعلیم حاصل کی۔ علم کے حصول میں وہ لمبے لمبے سفر پر گئے اور مختلف مکاتب فکر فیض اٹھایا۔ حدیث، قرآنی تشریح اور فقہی اصولوں کے بارے میں اپنے وسیع علم کو بڑھاتے ہوئے امام شافعیؒ نے اسلامی قانون کے لیے ایک منظّم ضابطہ بنانے کی کوشش کی جس میں قرآن اور حدیث دونوں سے پورا پورا استفادہ ہو۔

امام شافعیؒ کی اسلامی فقہ میں سب سے نمایاں کام شافعیؒ مکتب فکر کی تدوین تھی۔ انھوں نے قرآن، صحیح احادیث، اجماع اور قیاس پر غور کرنے کی اہمیت پر زور دیا۔ اس اسلامی روایت کے تحفظ اور بدلتے ہوئے حالات کے موافق بنانے کی ضرورت کے درمیان توازن قائم کیا۔ آج، شافعیؒ مکتبہ فکر چار بڑے سنی مکاتب فکر میں سے ایک ہے اور مسلم دنیا کے مختلف خطوں میں اس کی بڑے پیمانے پر پیروی کی جاتی ہے۔

امام مالک ابن انسؒ:

امام مالک ابن انسؒ، مدینہ منورہ، سعودی عرب میں ۷۱۱ عیسوی میں پیدا ہوئے، ایک ممتاز اسلامی فقیہ اور عالم تھے جنھوں نے اسلامی فقہ کے میدان میں نمایاں خدمات انجام دیں۔ مدینہ کے بابرکت شہر میں پرورش پانے والے، امام مالک کو معزز علماء کی شاگردی اختیار کا شرف حاصل ہوا۔ علم کا شوق اوراحادیث نبویہ کو محفوظ رکھنے کا عزم ان کی غیر معمولی ترقی اور شہرت کا سبب بنا۔

امام مالکؒ کی علمی کاوشیں حدیث کے مطالعہ، پیارے نبی ﷺ کے اقوال و افعال اور فقہ کے عملی پہلوپر مرکوز تھیں۔ انھوں نے نہایت احتیاط سے احادیث کو جمع کیا اور ان کی تصدیق کی اور فقہی احکام اخذ کرنے میں مستند

روایات کی اہمیت پر زور دیا۔ امام مالک کا بنیادی کام، جسے الموطا کے نام سے جانا جاتا ہے، حدیث اور اسلامی فقہ کی قدیم ترین اور قابل احترام تالیفات میں سے ایک ہے۔

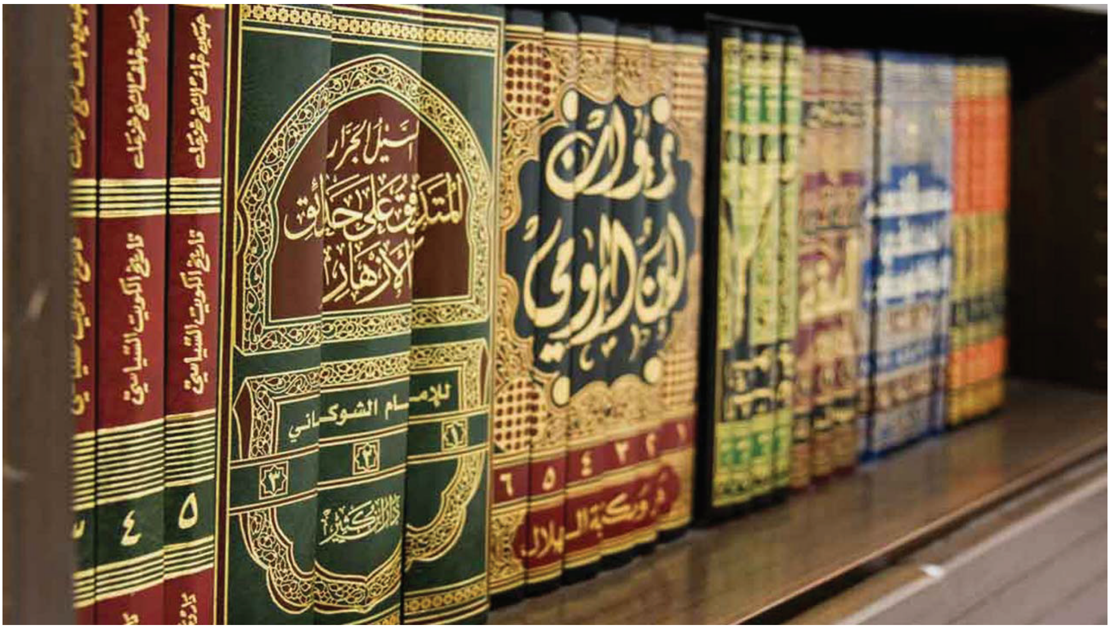

امام مالکؒ کی تعلیمات اورفقہی طریقہ کار اہل مدینہ کا عمل کی اہمیت پر مرکوز تھا، جسے "مالکی مکتب فکر" کہا جاتا ہے۔ وہ فقہ کو مرتب کرتے وقت معاشرتی تناظر اور معاشرہ کے روایتی طریقوں پر غور کرنے کی اہمیت پر یقین رکھتے تھے۔ اس نقطہ نظر نے اسلام کے آفاقی اصولوں کو معاشرے کی مخصوص ضروریات اور حقائق کے ساتھ متوازن کیا جس میں قانون کا اطلاق ہوتا ہے۔ مالکی مکتب فکر نے خاص طور پر شمالی افریقہ اور مسلم دنیا کے دیگر خطوں میں پہچان اور اثر و رسوخ حاصل کیا۔

امام مالکؒ کا گہرا علم، فکر اور موقف پر ثابت قدمی، اور صداقت پر زور ان کے فقہ کی خاصیت ہے۔ علوم حدیث اور فقہ میں ان کی خدمات

نے انہیں اسلامی فقہ کا مشہور امام بنادیا۔ آج، مالکی مکتبہ فکر امام مالکؒ کی پائیدار میراث کے ثبوت کے طور پر کام کرتا ہے اور مسلمانوں کو ایک جامع قانونی ڈھانچہ فراہم کرتا ہے جو روایت، استدلال اور معاشرتی پہلو میں ہم آہنگ ہو۔

جہاں ان اماموں کا بہت احترام کیا جاتا ہے، وہیں مسلمانوں کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے کہ وہ براہ راست قرآن اور حدیث کے مطالعہ میں مشغول ہوں، تنقیدی سوچ کو بروئے کار لائیں، اور جدید دور کے چیلنجوں کی پیچیدگیوں کو حل کرنے کے لیے ہم عصر علماء سے مشورہ کریں۔امام ابو حنیفہؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام شافعیؒ اورامام مالکؒ کا مشترکہ اصول اور سبق ہے کہ ہم دین پر سختی سے کاربند ہوں، قرآن وسنت کا گہرا علم حاصل کریں۔ قرآن و سنت سے ہی مسائل و احکام اخذ کریں اور ان کو سامنے لاکر قیاس اور اجتہاد کریں۔ہم اسلامی فقہ کی بڑی عظیم دولت اوراسلاف کی علمی خدمات کا اعتراف کریں۔ چاروں اماموں نے اسلامی فقہ پر انمٹ نقوش چھوڑے ہیں۔

مشق اور سوالات:

(۱) اس سبق سے دس مشکل الفاظ لکھیے۔

(۲) چاروں اماموں کی فقہ پر مشہور ایک ایک کتاب کا نام لکھیے۔

(۳) امام مالکؒ کیوں مشہور ہوئے؟

(۴) امام ابو حنیفہؒ کی مشہور کتاب کا نام لکھیں۔

(۵) امام شافعیؒ کے مشہور شاگردوں کے نام لکھیں۔

کرنے کے کام:

(۱) مسلمانوں کو فقہی اختلافات سے بچانے کے لیے آپ کیا کر سکتے ہیں؟

(۲) آپ کے علاقہ میں کوئی بڑے عالم دین گزرے ہیں تو ان کی سیرت پر دو صفحات کا مضمون لکھیے۔

اسم کی قسمیں :

بناوٹ کے لحاظ سے اس کی دو قسمیں ہیں۔

ا۔ اسم جامد ۲۔ اسم مصدر

اسم جامد کی تعریف :

اسم جامد وہ اسم ہے جو نہ کسی سے بنا ہو اہو اور نہ ہی اس سے کوئی دوسرا لفظ بنے۔ جیسے پتھر، پہاڑ، زمین۔

اسم مصدر کی تعریف:

اسم مصدر وہ اسم ہے جس سے کسی کام کا ہونا یا کرنا ،زمانہ کی پابندی کے بغیر پایا جائے ۔ وہ خود تو کسی سے نہ بناہوا ہو بلکہ اس سے دوسرے بہت سے افعال اور اسماء مقررہ قاعدوں سے بنتے ہوں ۔ جیسے پڑھنا ، لکھنا ، بولنا۔

اردو زبان میں مصدر کی علامت "نا" ہے لیکن یادرکھیے کبھی کبھی لفظ "نا" دیگر الفاظ کے آخر میں آجاتا ہے۔ حالاں کہ وہ مصدر نہیں ہوتے۔ جیسے نانا، چونا، بچھونا، وغیرہ ۔ اس لیے یادرہے کہ مصدر کی پہچان کا ایک طریقہ یہ ہے کہ اس کے آخر سے علامت مصدر "نا" ہٹادیاجائے تو وہ امر بن جاتا ہے جیسے لکھنا سے لکھ، بولنا سے بول۔

سبق نمبر ۲۳

مولانا الطاف حسین حالیؔ

مولانا الطاف حسین حالیؔ اردو ادب کے پہلے مصلح اور بہت بڑے محسن ہیں۔ وہ بہ یک وقت شاعر، نثر نگار، نقّاد، صاحب طرز، سوانح نگار اور مصلح قوم ہیں جنھوں نے ادبی اور معاشرتی سطح پر زندگی کے بدلتے ہوئے تقاضوں کو محسوس کیا اور ادب و معاشرت کو ان تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے میں تاریخی کردار ادا کیا۔

مولانا حالیؔ کی تین اہم کتابیں "حیات سعدی، "یادگار غالب" اور "حیات جاوید" سوانح عمریاں بھی ہیں اور تنقیدیں بھی۔"مقدمۂ شعر و شاعری" کے ذریعہ انھوں نے اردو میں باقاعدہ تنقید کی بنیاد رکھی اور شعر و شاعری کے تعلق سے ایک مکمل اور حیات آفریں نظریہ مرتب کیا اور پھر اس کی روشنی میں شاعری پر تبصرہ کیا۔اب اردو تنقید کے جو سانچے ہیں وہ حالیؔ کے بنائے ہوئے ہیں اور اب جن چیزوں پر زور دیا جاتا ہے، ان کی طرف سب سے پہلے حالیؔ نے اپنے مقدمے میں توجہ دلائی ہے۔ اپنی مسدس (مد و جزر اسلام) میں وہ قوم کی زبوں حالی پر خود بھی روئے اور دوسروں کو بھی رلایا۔ مسدس نے اردو دنیا میں جو شہرت اور مقبولیت حاصل کی وہ اپنی مثال آپ تھی۔

الطاف حسین حالیؔ ۱۸۳۷ء میں پانی پت میں پیدا ہوئے۔نو برس کے تھے کہ والد کا انتقال ہو گیا۔ان کی پرورش اور تربیت ان کے بڑے بھائی نے پدرانہ

شفقت سے کی۔حالی نے ابتدائی تعلیم پانی پت میں ہی حاصل کی اور قرآن حفظ کیا۔ ۱۷ سال کی عمر میں ان کی شادی کردی گئی۔ حالی کو باقاعدہ تعلیم کا موقع نہیں ملا۔پانی پت اور دہلی میں انھوں نے کسی ترتیب و نظام کے بغیر فارسی، عربی، فلسفہ و منطق اور حدیث و تفسیر کی کتابوں کا مطالعہ کیا۔ادب میں انھوں نے جو خاص بصیرت حاصل کی وہ ان کے اپنے شوق، مطالعہ اور محنت کی بدولت تھی۔ دہلی کے قیام کے دوران وہ مرزا غالبؔ کی خدمت میں حاضر رہا کرتے، اس کے بعد وہ خود بھی شعر کہنے لگے اور اپنی کچھ غزلیں مرزا کے سامنے بغرض اصلاح پیش کیں تو انھوں نے کہا "اگرچہ میں کسی کو فکر شعر کی صلاح نہیں دیتا لیکن تمھاری نسبت میرا خیال ہے کہ تم شعر نہ کہو گے تو اپنی طبیعت پر سخت ظلم کرو گے"۔

۱۸۵۷ میں حالی کو دہلی چھوڑ کر پانی پت واپس جانا پڑا اور کئی سال بے روزگاری اور تنگی میں گزرے۔ پھر ان کی ملاقات نواب مصطفیٰ خان شیفتہ، رئیس دہلی و تعلق دار جہانگیر آباد (ضلع بلند شہر) سے ہوئی۔شیفتہ غالب کے دوست، اردو و فارسی کے شاعر تھے اور مبالغے کو سخت ناپسند کرتے تھے۔

حالی کی چار نظمیں "حب وطن"، "برکھا رت"، "نشاط امید" اور مناظرۂ رحم و انصاف" انھی مشاعروں کے لیے لکھی گئیں۔ لاہور میں ہی انھوں نے لڑکیوں کی تعلیم کے لیے اپنی کتاب "مجالس النساء" قصہ کے پیرائے میں لکھی جس پر وائس رائے نارتھ بروک نے ان کو ۴۰۰ روپے کا انعام دیا۔ کچھ عرصہ بعد وہ لاہور کی ملازمت چھوڑ کر دہلی کے اینگلو عربک اسکول میں مدرس ہو گئے اور پھر ۱۸۷۹ء میں سر سید کی ترغیب پر مدّ و جزر اسلام لکھی جو مسدس حالی کے نام سے مشہور ہے۔اس کے بعد ۱۸۸۴ء میں حالی نے "حیات سعدی" لکھی جس میں شیخ سعدی کے حالات زندگی اور ان کی شاعری پر تبصرہ ہے۔"حیات

سعدی" اردو کی با اصول سوانح نگاری میں پہلی اہم کتاب ہے۔

"مقدمۂ شعر و شاعری "حالی کے دیوان کے ساتھ ۱۸۹۳ء میں شائع ہوئی جو اردو تنقید نگاری میں اپنی نوعیت کی پہلی کتاب ہے۔اس نے تنقیدی روایت کا رُخ بدل دیا اور جدید تنقید کی بنیاد رکھی۔ ان کی کتاب "یادگار غالب" معروف کتابوں میں سے ہے۔ یہ غالبؔ کے حالات زندگی اور ان کی شاعری پر تبصرہ ہے۔

نثر میں حالی کی ایک اور تصنیف "حیات جاوید" ہے جو ۱۹۰۱ ء میں شائع ہوئی۔ یہ سر سید کے حالات زندگی اور ان کے کارناموں کی دستاویز ہی نہیں بلکہ مسلمانوں کی تقریباً ایک صدی کی تہذیبی تاریخ بھی ہے۔ اس میں اس زمانے کی معاشرت، تعلیم، مذہب، سیاست اور زبان وغیرہ کے مسائل زیر بحث آگئے ہیں۔

حالی نے عورتوں کی ترقی ا ور ان کے حقوق کے لیے بہت کچھ لکھا۔ان میں "مناجات بیوہ"اور،"چپ کی داد" نے شہرت حاصل کی۔ حالی نے اردو مرثیے کو بھی نیا رخ دیا جو سچے درد کے ترجمان ہیں۔ حالی نے غزلوں، نظموں اور مثنویوں کے علاوہ قطعات، رباعیات اور قصائد بھی لکھے۔

۱۹۰۴ء میں اس وقت کی حکومت نے انھیں شمس العلماء کے خطاب سے نوازا جسے انھوں نے اپنے لیے مصیبت گردانا کہ اب سرکاری حکام کے سامنے حاضری دینی پڑے گی۔ شبلی نے انھیں خطاب دیے جانے پر کہا کہ اب صحیح معنوں میں اس خطاب کی عزت افزائی ہوئی۔ دسمبر ۱۹۱۴ء میں ان کا انتقال ہو گیا۔

اردو ادب میں حالی کی حیثیت کئی اعتبار سے ممتاز و منفرد ہے۔ انھوں نے جس وقت ادب کے کوچے میں قدم رکھا اس وقت اردو شاعری لفظوں کا کھیل بنی ہوئی تھی یا پھر عاشقانہ شاعری میں معاملہ بندی کے مضامین مقبول تھے۔ حالی نے ان رجحانات کے مقابلے میں حقیقی اور سچے جذبات کے بے تکلفانہ اظہار کو ترجیح دی۔

وہ جدید نظم نگاری کے اوّلین معماروں میں سے ایک تھے۔ اسی طرح انھوں نے نثر میں بھی سادگی اور برجستگی داخل کر کے اسے ہر قسم کے علمی،ادبی اور تحقیقی مضامین ادا کرنے کے قابل بنایا۔ حالی شرافت اور نیک نفسی کا مجسمہ تھے۔ مزاج میں ضبط و اعتدال، رواداری اور بلند نظری ان کی ایسی خوبیاں تھیں جن کی جھلک ان کے کلام میں بھی نظر آتی ہے۔اردو ادب کی جو وسیع و عریض،خوب صورت اور دل فریب عمارت آج نظر آتی ہے اس کی بنیاد کے پتھر حالی نے ہی بچھائے تھے۔

مسدس سے حالی کی شاعرانہ صلاحیت کا علم ہوتا ہے۔ ان کی شاعری میں ادبی شہ پارے ہیں۔ وہ اپنے کلام میں خوب صورت استعارے، منظر کشی اور گہری فلسفیانہ بصیرت کو مہارت سے الفاظ کا رنگ دیتے ہیں۔یقیناً وہ اردو کے ماہر شاعر تھے نیز انسانی سماج اور تاریخ پر گہری نظر رکھتے تھے۔اپنی شاعرانہ ذہانت کے علاوہ حالی ایک ادبی نقاد اور مؤرخ تھے۔ انھوں نے ہندوستان میں اردو اور اسلامی ادب کے ادبی ورثے کے تحفظ کی اہمیت کو تسلیم کروایا۔

آج الطاف حسین حالیؒ کو ایک ایسے ادبی رہنما کے طور پر یاد کیا جاتا ہے جن کی خدمات سے اردو ادب کو کافی فائدہ پہنچا۔ ان کی شاعرانہ ذہانت، فکری تجسّس اور ترقی پسند نقطۂ نظر نے اردو کے ادبی افق پر ان مٹ نقوش چھوڑے ہیں۔ حالی کی تحریریں تہذیب حاضر میں قارئین کے لیے حوصلہ فراہم کرتی ہیں۔

الطاف حسین حالیؒ کی زندگی میں ان طلبا کے لیے انمول اسباق ہیں جو معاشرے میں مثبت تبدیلی کی خواہش رکھتے ہیں۔ حالی کی زندگی ہمیں یاد دلاتی ہے کہ ہم میں سے ہر ایک چاہے ہماری عمر یا پس منظر کچھ بھی ہو، سماجی مسائل کو حل کرنے اور بہتر مستقبل کے سنوارنے میں اپنا حصہ اور مثبت کردار ادا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

مشق اور سوالات:

(۱) اس سبق سے دس مشکل الفاظ تلاش کیجیے اور ان کے معانی بھی لکھیے۔
(۲) مولانا الطاف حسین حالیؔ کی مشہور نظم کا نام کیا ہے؟ کیا آپ نے وہ نظم پڑھی ہے؟
(۳) مولانا الطاف حسین حالیؔ کس زمانے کے ادیب اور شاعر ہیں؟
(۴) حیات جاوید میں کس کی زندگی بیان کی گئی ہے؟
(۵) اس سبق سے پانچ موصوف اور صفت تلاش کیجیے
(٦) اس سبق کو پڑھ کر آپ اپنے کسی استاد کے بارے میں دو پیرا گراف کا ایک مضمون لکھیے۔

کرنے کے کام

(۱) ”اردو زبان و ادب دنیا کی مشہور اور سب سے میٹھی زبان ہے۔ اس کی ادائی اور اس کے ڈائلاگ بڑے مسحور کن اور انقلابی ہوتے ہیں اور اس زبان کی لطافت اور شیرینی کی وجہ سے دنیا بھر میں مقبول ہے۔ جب کبھی انقلابی نعرے لگانے ہوتے ہیں تو اس زبان میں ہی لگائے جاتے ہیں۔برصغیر ہند وپاک میں اس زبان نے دھوم مچا رکھی ہے۔“ اس طرح کے پانچ عام اور سادہ جملے اردو زبان پر آپ بھی لکھیے۔
(۲) نیپال کے اس اردو شاعر کا نام بتائیے جس نے حالی کی طرح اصلاح معاشرہ پر زیادہ تر نظمیں لکھی ہیں۔اور ان کا مختصر تعارف لکھیے۔

سبق نمبر ۲۴

حضرت حسین رضی اللہ عنہ

سحرؔ محمود

لکھنے چلے ہیں آج حکایت حسین کی
دل میں ہمارے ثبت ہے عظمت حسین کی
آنکھوں میں گھومتی ہے نجابت حسین کی
پیارے نبی سے پوچھیے قیمت حسین کی
بھاتی تھی کس قدر انھیں صحبت حسین کی
تھی، ہے، رہے گی دل پہ حکومت حسین کی

پلکوں پہ مصطفیٰ نے بٹھایا حسین کو
بانہوں میں اپنی جھولا جھلایا حسین کو
انگلی پکڑ کے چلنا سکھایا حسین کو
بیٹھا کے گود میں بھی کھلایا حسین کو
ملتی تھی نانا جان سے صورت حسین کی
تھی، ہے، رہے گی دل پہ حکومت حسین کی

سب کو خبر ہے تھے وہ نواسے رسول کے
تھے لاڈلے علی کے تو پیارے بتول کے
گستاخیاں زبان پہ لانا نہ بھول کے
تھے دینِ مصطفیٰ میں وہ پکّے اصول کے

اللہ جانتا ہے حقیقت حسین کی
تھی ہے رہے گی دل پہ حکومت حسین کی

یہ سچ ہے کی نہ آپ نے بیعت یزید کی
بھائی نہ اِن کے دل کو خلافت یزید کی
ایسا نہ تھا الگ تھی شریعت یزید کی
ہاں تھوڑی مختلف تھی طریقت یزید کی
مائل ہوئی نہ جس پہ طبیعت حسین کی
تھی ہے رہے گی دل پہ حکومت حسین کی

ابن زبیرؓ و ابن علیؑ ہم خیال تھے
زہد و ورع میں دونوں ہی اپنی مثال تھے
ایمان اور عمل ہی فقط ان کی ڈھال تھے
ان پر عیاں حسین کے عمدہ خصال تھے
حاصل رہی تھی ان کو معیّت حسین کی
تھی، ہے، رہے گی دل پہ حکومت حسین کی

ابن زبیر نے کہا مکے کو جائیں گے
ہم دونوں اس جگہ کو ہی مرکز بنائیں گے
بھٹکے ہوؤں کو راہ وہیں سے دکھائیں گے
پیارے نبی کی کیا تھی طریقت بتائیں گے

اس پر ہوئی ہے واقعی سہمت حسین کی
تھی، ہے، رہے گی دل پہ حکومت حسین کی

کوفے سے آ رہے تھے پیام ان کو بے شمار
لکھے ہوئے تھے جن میں کئی قول اور قرار
ابن زبیر نے انھیں سمجھایا بار بار
ہیں قاتلِ علی نہ کرو ان پر اعتبار
اس پر بھی کم ہوئی نہ عزیمت حسین کی
تھی، ہے، رہے گی دل پہ حکومت حسین کی

کوفے میں ان کے ساتھ ہوا جو برا ہوا
تاریخ میں ہے سب جو وہاں سانحہ ہوا
کیوں کر ہوا تھا، کیسے ہوا، اور کیا ہوا؟
قسمت کی بات کہیے سحؔر جو ہوا ہوا
تقدیر میں تھی لکھی شہادت حسین کی
تھی، ہے، رہے گی دل پہ حکومت حسین کی

مشق وسوالات :

ا۔ درج ذیل الفاظ کے معانی لکھیے:

حکایت	نجابت	بیعت	گستاخیاں	شریعت
طریقت	خصال	عزیمت	سانحہ	شہادت

۲۔ درج ذیل الفاظ کے معانی لکھیے اور ان کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے:

ابن زبیر	تقدیر	فقط
نواسے	ثبت	معیت

۳۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟

۴۔ ردیف اور قافیہ کسے کہتے ہیں؟

۵۔حادثہ کربلا کے بارے میں دو صفحے کا مضمون لکھیے۔

منقبت کی تعریف:

منقبت اس نظم کو کہتے ہیں جس میں صحابہؓ کرامؓ کی تعریف وتوصیف بیان کی گئی ہو اور شاعر کا مقصد محض اللہ کی خوشی حاصل کرنا ہو۔

قصیدہ کی تعریف:

قصیدہ اس نظم کو کہتے ہیں جس میں اولیائے عظام، بزرگان دین، علمائے اسلاف یا بادشاہوں کی مدح یعنی تعریف وتوصیف بیان کی گئی ہو۔ یا کسی کی ہجو یعنی برائی بیان کی گئی ہو۔ اور شاعر کا مقصد دنیاوی مفاد، بڑوں کی خوشامد اور وقتی فائدہ حاصل کرنا ہو یا یوں ہی کسی کو ذلیل اور رسوا کرنا ہو۔

سبق نمبر ۲۵

پرتھوی نارائن شاہ

پرتھوی نارائن شاہ ہمارے ملک کے مشہور راجہ تھے۔ وہ ایک صاحب حوصلہ اور صاحب بصیرت رہنما تھے۔ ان کی حکمت عملی اور اتحاد کی مہم نے نیپال کی تاریخ بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔

۱۱ جنوری ۱۷۲۳ کو ضلع گورکھا کے شاہی گھرانہ میں پیدا ہوئے، ان کی ماں کا نام کوشلیاوتی تھا۔ ان کی تربیت شاہی گھرانے میں ہوئی۔ ان کے والد راجہ بھوپال شاہ کی کئی رانیاں تھیں۔ سب نے ان کی پرورش میں حصہ لیا۔ بڑے ہوئے تو سپہ گری، تیراکی، نشانہ بازی، گھوڑسواری سیکھی۔ جنگی مشقوں میں حصہ لیا۔ وہ بڑے بہادر اور بہت ذہین تھے۔ ان کے والد کا خواب تھا کہ گورکھا سلطنت کو بڑا کرنا ہے اور پورے نیپال پر قبضہ جمانا ہے۔ پرتھوی نارائن شاہ کی پیدائش کے وقت نیپال چھوٹی چھوٹی سلطنتوں کا ایک مجموعہ تھا، ہرعلاقہ کا ایک چھوٹا ساحکمران تھا جو اکثر اندرونی جھگڑوں میں الجھا ہوا رہتا تھا۔پرتھوی نارائن شاہ نے نیپال کو ایک متحد قوم کے طور پر مضبوط اور مستحکم کرنے کا عزم کیا۔

پرتھوی نارائن شاہ اپنے والد کے انتقال کے بعد ۱۷۴۳ میں گورکھا کے

تختِ شاہی پر بیٹھا۔ وہ ابھی بیس سال کا بانکا جوان تھا اور اسے وراثت میں ایک چھوٹی سی سلطنت ملی تھی، جس میں وسائل بہت کم تھے لیکن وہ ایک ناقابلِ تسخیر روح اور مضبوط وژن رکھتا تھا۔ پڑوسی ریاستوں کی فتح کے ساتھ پرتھوی نارائن شاہ نے گورکھا کے اثر و رسوخ کو بڑھانے اور بالآخر پورے نیپال کو فتح کرنے کی کوشش کی اور اس مہم میں اسے کامیابی بھی ملی۔

پرتھوی نارائن شاہ نے گورکھا فوج کو جدید ڈھنگ سے مضبوط بنانے پر توجہ دی۔ نئے نئے ہتھیار متعارف کروائے، ٹریننگ تکنیک کو بہتر بنایا اور ایک اچھی، بہادر اور نظم و ضبط کی پابند فورس تیار کی۔ یہی فوجی قابلیتیں اور انوکھی اسکیم اس کے بعد کی مہموں میں اس کی فتح کا سبب بنیں۔

پرتھوی نارائن شاہ جانتے تھے کہ نیپال کے اتحاد کے لیے سفارتی حکمت عملی کی بھی ضرورت ہوگی۔ انھوں نے مہارت کے ساتھ اتحاد اور سفارت کاری کو اپنے فائدے کے لیے استعمال کیا، پڑوسی ریاستوں کے ساتھ اسٹریٹجک پلاننگ پر عمل کرتے ہوئے ان کے درمیان موجود اختلافات کا فائدہ اٹھایا۔ برطانوی ایسٹ انڈیا کمپنی کو دیگر علاقائی ریاستوں کے خلاف چالاکی سے اکسایا اور ان کی مدد سے علاقائی ریاستوں پر قبضہ جمانے میں کامیاب ہو گیا۔ اس طرح پرتھوی نارائن شاہ نے اپنی سلطنت کو بہت مضبوط بنا لیا۔

پرتھوی نارائن شاہ کی فتوحات میں سب سے اہم اور فیصلہ کن فتح وادی کاٹھمانڈو پر قبضہ تھا۔ کاٹھمانڈو وادی قدیم تہذیبوں کا مرکز تھی۔ دلکش آثار قدیمہ اور پرانے راجاؤں اور رجواڑوں کے اقتدار کا بھی مرکز تھی۔ پرتھوی نارائن شاہ نے بڑی ہوشیاری سے حملے کی منصوبہ بندی کی اور ۱۷۶۸ میں ایک کامیاب حملہ کیا اور وادی کو اپنے کنٹرول میں لے لیا۔ اس تاریخی فتح نے پورے ملک پر اس کے قبضہ کو آسان بنا دیا۔

پرتھوی نارائن شاہ کی اتحاد کی مہم دوسرے علاقوں جیسے کاسکی، لمجنگ اور مکوان پور کے الحاق کے ساتھ جاری رہی۔ اس کی فوجی کامیابیوں، اتحادی مہمات اور سفارتی مہارت نے آہستہ آہستہ گورکھا کے اثر و رسوخ کو بڑھایا اور مختلف ریاستوں کو اس کی حکمرانی میں لاجمع کیا۔ پرتھوی نارائن شاہ کی قیادت میں قوم کو بے شمار فوائد حاصل ہوئے۔ اس نے بکھری سلطنتوں اور اندرونی خلفشار کے دور کا خاتمہ کر دیا، ساتھ ہی نئے استحکام کو فروغ دیا اور ایک متحد اور خودمختار قوم کے طور پر نیپال کی بنیاد رکھی۔ مزید برآں اتحاد کی مہم نے خطے میں بسنے والے مختلف نسلی گروہوں کے درمیان قومی شناخت اور ثقافتی ہم آہنگی اور اتحاد و بقائے باہمی کا احساس پیدا کیا۔

آج پرتھوی نارائن شاہ کو "متحدہ نیپال کا مؤسس اور فاتح" کہا جاتا ہے اور ان کی یاد قومی اتحاد اور طاقت کی علامت کے طور پر منائی جاتی ہے۔ پرتھوی نارائن شاہ رعایا پرور بادشاہ تھے۔ عوام کے مسائل دھیان سے سنتے اور ان کو حل کرتے تھے۔ راج محل سے باہر دور دراز علاقوں کا دورہ کرتے اور گاؤں گاؤں جاتے تھے۔ وہ عوام وخواص دونوں میں یکساں مقبول تھے۔یہی وجہ ہے کہ پرتھوی نارائن شاہ کو ملک کے اتحاد اور جدید نیپال کا بانی مانا جاتا ہے۔

مشق وسوالات:

ا۔ مندرجہ ذیل سوالوں کے جواب لکھیے:

(۱)پرتھوی نارائن شاہ کی پیدائش کب اور کہاں ہوئی؟

(۲)پرتھوی نارائن شاہ کی پانچ خوبیاں لکھیے؟

(۳)عوام سے ان کے تعلقات کیسے تھے؟

(۴)ملک کے لیے آپ کی قربانیاں کیا ہیں؟

(۵)ان کی زندگی سے ہمیں کیا سبق ملتا ہے؟

۲۔ خالی جگہوں کو پر کیجیے:

(۱)پرتھوی نارائن شاہ کے والدہ محترمہ کا نام۔۔۔۔۔۔۔۔۔تھا۔

(۲)ان کی وفات۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ہوئی۔

(۳)وہ عوام کی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔راجا تھا۔

(۴)وہ ایک ماہر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔راجا تھے۔

۳۔ موصوف صفت میں جوڑا ملائیں:

منظّم	اچھا
مستحکم	نظم و ضبط کے ساتھ بنا ہوا
بہتر	پائیدار
ہر دل عزیز	ہنر مند
ماہر	سب کی پسند

۴۔ اس سبق سے دس مشکل الفاظ تلاش کیجئے اور ان کے معانی لکھیے۔

کرنے کے کام

الف :نیپال کے موجودہ نقشے میں کن کن علاقوں کو پرتھوی نارائن شاہ نے فتح کیا تھا؟ ایک نقشہ بنا کر سمجھانے کی کوشش کیجیے۔

ب :اس سبق میں کتنی جگہ پر اسم ضمیر کا استعمال ہوا؟ ضمیر کی نیچے خط بنائیں۔

ج :پرتھوی نارائن شاہ کی مدح و توصیف پر تین منٹ کی ایک تقریر تیار کیجیے اور ہفتہ واری انجمن میں سنایئے۔

سبق نمبر ۲۶

میرا خط

پیارے بچو اور بچیو! آج آپ کو خط لکھنا سکھایا جائے گا۔ آپ اپنے والدین سے، اپنے بھائیوں اور بہنوں سے، اپنے ساتھیوں اور دوستوں سے بات چیت کرتے ہیں۔ جب آپ نانیہال جاتے ہیں تو نانا نانی سے، ماموں اور ممانی سے، خالہ اور خالو سے بھی بات چیت کرتے ہیں۔ جب آپ دور ہوتے ہیں تو موبائل سے بات چیت کرتے ہیں۔ بات چیت کے ذریعہ اپنے حالات ان کو بتاتے ہیں۔ لیکن جب کوئی رشتہ دار، دوست یا کوئی جاننے والا بہت دور چلا جائے یا بات بہت اہم ہو تو خط لکھا جاتا ہے۔

خط بہت اہم چیز ہے۔ خط لکھنا ایک فن اور ہنر ہے۔ خط سے نہ صرف آپ اپنی جانکاری دے سکتے ہیں بلکہ آپ کے بڑے بڑے کام خط لکھنے سے آسان ہوجاتے ہیں اور مشکل کام بھی حل ہوجاتے ہیں۔یادرکھیے خط لکھتے وقت

درج ذیل باتوں کا خیال کیجیے:

ا۔ خط کی ابتداء میں ہمیشہ پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھیے۔یہ برکت اور اللہ کی توفیق کا ذریعہ ہے۔

۲۔ اپنانام اور پتا مکمل لکھیے۔ پتا ہمیشہ دائیں جانب حاشیہ چھوڑ کر لکھا جاتا ہے۔پتا کی صحت اور املا مکمل اطمینان سے دیکھ لیجیے کہ ٹھیک ٹھیک لکھا گیا ہے یا نہیں؟

۳۔ صفحہ کے بالکل اوپر دائیں جانب تاریخ ضرور لکھیے۔ تاریخ کے بعد مکتوب اِلیہ کو مخاطب کیجیے۔ القاب وآداب ہمیشہ مختصر اور سادہ لکھیے۔ جس سے خلوص، محبت اور قریبی تعلق کا اظہار ہو۔ ایسے القاب ہرگز نہ لکھیے جس میں تصنع اور بناوٹ ہو۔

۴۔ القاب کے بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ لکھیے۔ اگر مخاطب کوئی غیر مسلم دوست ہے تو سلام کی جگہ آداب، تسلیمات لکھیے۔

۵۔ اب اپنا اصل مدعا یا مقصد لکھیے جس کے لیے خط لکھ رہے ہیں۔ مطلب بالکل صاف صاف اور واضح الفاظ میں لکھیے۔ اشاروں میں لکھنا یابہت اختصار کے ساتھ لکھنا، اچھی بات نہیں ہے۔ جب بات پوری ہوجائے تو اپنا قریبی تعلق لکھ کر خط مکمل کردیجیے: مثلاً آپ کا خیر اندیش، دعا گو، آپ کی دعا کاطالب، آپ کا مخلص دوست، آپ کا وفادار، آپ کا انتہائی عزیز۔

۶۔ خط میں بہت معیاری زبان لکھیے۔ بالکل صاف ستھری زبان ہو، آسان اور سلجھی ہوئی زبان ہو۔ پیراگراف بدل بدل کر بات لکھیے۔ جملہ ختم ہوجائے تو ڈیش ضرور لگایئے۔ کاما، ڈیش اور پیرا مناسب جگہوں پر لگائیں۔

۷۔ خط بالکل سنجیدہ اور بامقصد ہو، ہمیشہ نرم لہجہ میں لکھیے۔ غصہ کی حالت

میں خط نہ لکھیے، عام خط میں کوئی راز کی بات نہ لکھیے۔ خط ہمیشہ نیلا یا کالا قلم سے لکھیے۔ سرخ قلم سے ہرگز خط نہ لکھیے۔

۸۔خط ایک امانت ہے۔ صرف کام کی بات لکھیے۔ خط کی حفاظت کیجیے اور دوسروں کا خط بلااجازت ہرگز نہ پڑھیے۔کوئی آپ کو خط دے کہ فلاں صاحب کو پہنچادیجیے تو پوری امانت داری کے ساتھ اسے مکتوب الیہ تک پہنچادیجیے۔

ابو کے نام خط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱۵ ماگھ ۲۰۷۹

مطیع اللہ،درجہ ہفتم

مدرسہ اسلامیہ، جامع مارکیٹ، گھنٹہ گھر،کاٹھمانڈو

قابل صد احترام پیارے ابو جان!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ آپ بخیر ہوں گی۔ گھر پر امی جان، بڑی آپا، منجھلی آپا اور مُنّا اسجد سب لوگ بخیر ہوں گے اور میری کامیابی کے لیے دعائیں بھی کرتے ہوں گے۔

میں جب سے اسکول آیا ہوں، بہت محنت سے پڑھائی کررہاہوں۔ الحمدللہ میری طبیعت بہت اچھی ہے۔ کھانا یہاں وقت پر مل جاتا ہے۔ کھیل کود کا بھی اچھا انتظام ہے۔ الحمدللہ میری صحت پہلے سے مزید بہتر ہوئی ہے۔ اب دو مہینہ کے بعد جب گھر آؤں گا تو آپ مجھے دیکھ کر خوش ہوجائیں گے۔

گزشتہ مہینہ اسکول میں اردو زبان میں مضمون نویسی کا ایک مسابقہ کرایا گیا تھا جس میں مجھے بھی حصہ لینے کا موقع ملا۔ درجہ ششم تا درجہ ہشتم کے طلبہ وطالبات کو دو عناوین ملے تھے۔ ۱۔ غزوۂ بدر ۲۔ ملک کی راجدھانی کاٹھمانڈو۔ میں نے دوسرے عنوان پر آٹھ صفحات کا ایک مضمون لکھا تھا اور اللہ کا شکر ہے کہ اپنے گروپ میں مجھے پہلی پوزیشن ملی ہے۔ ابھی کل انعامی مجلس تھی۔صدر مدرس کے ہاتھ سے مجھے ایک سرٹیفیکٹ اور انعام میں دو کتابیں ملی ہیں۔ ایک کا نام ہے الرحیق المختوم جو سیرت کی مشہور کتاب ہے اور دوسرے کا نام ہے مسدس حالیؔ جو اردو ادب کی مشہور ترین اور مقبول عام کتاب ہے۔ مجھے بے حد خوشی ہوئی اور اساتذہ نے بھی مجھے بہت دعاؤں سے نوازا ہے۔

اسی خوشی میں آپ سب کو شریک کرنے کے لیے میں نے یہ خط لکھا ہے اور مجھے قوی امید ہے کہ میری پیارے ابو جان کو بھی یہ جان کر بہت خوشی ہوگی۔ میری کامیابی کے لیے آپ برابر دعا کریں۔ میرے استاذ نے بتایا ہے کہ جن کے والدین دعائیں کرتے ہیں وہ بچے بہت جلد کامیاب ہوجاتے ہیں۔

گھر کے تمام لوگوں کو میری طرف سے سلام عرض ہے۔ سالانہ امتحان کے بعد فوراً ہی میں گھر آؤں گا ان شاء اللہ۔

والسلام

آپ کا پیارا بیٹا

مطیع اللہ

درجہ ہفتم،مدرسہ اسلامیہ، جامع مارکیٹ، گھنٹہ گھر کاٹھمانڈو

دفتر امتحانات کو خط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱۲ بیساکھ ۲۰۷۹

صلاح الدین ایوبی، درجہ ہفتم، جامعۃ الاصلاح الاسلامیہ بھوٹہا سنسری نیپال

مکرمی ومحترمی جناب ماسٹر عبداللہ صاحب
انچارج دفتر امتحانات
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
امید ہے کہ آپ بخیر ہوں گے۔

محترم! میں آپ کا طالب علم صلاح الدین ایوبی درجہ ہفتم ہوں۔آپ کی خدمت میں عرض ہے کہ گزشتہ سال ۲۰۸۰ میں سالانہ امتحان کے آخری تین مضامین کا امتحان میں نہیں دے سکا تھا۔میری والدہ محترمہ کی طبیعت اچانک خراب ہوگئی تھی جس کی وجہ سے میں گھر چلا گیا تھا۔ اس وقت ایک تحریری درخواست بھی میں نے صدر مدرس صاحب کے دفتر میں جمع کیاتھا۔ اب نئے سال میں اسکول آیا ہوں اور میرے سب ساتھی درجہ ہفتم میں تجدید داخلہ کرواچکے ہیں۔ اس لیے آپ سے گزارش ہے کہ میری مجبوری کوپیش نظر رکھتے ہوئے مجھے معذور سمجھیں اور میرے چھوٹے ہوئے تین مضامین کے لیے ضمنی امتحان کا نظم فرمادیں۔اگر آپ یہ مہربانی فرمادیں تو ان شاء اللہ میں تمام سوالوں کا ٹھیک ٹھیک جواب دے کر پاس ہوجاؤں گا اور اپنے سب ساتھیوں کے ساتھ درجہ ہفتم میں پڑھوں گا۔

آپ سے قوی امید ہے کہ میری درخواست منظور فرمائیں گے اور مجھے

ضمنی امتحان میں بیٹھنے کا موقع فراہم کریں گے۔ میں آپ کا بہت بہت ممنون ومشکور ہوں گا۔

والسلام
آپ کا عزیز ترین شاگرد
صلاح الدین ایوبی
درجہ ہفتم
جامعۃ الاصلاح الاسلامیہ بھوٹہا سنسری نیپال

کرنے کے کام اور مشقیں:

(۱) آپ اپنے کلاس ٹیچر کے نام خط لکھ کر تین دن کی چھٹیاں منظور کروایئے۔
(۲) خط کے شروع اور آخر کے خاکہ کو نقطوں کی شکل میں نوٹ کریں۔
(۳) آپ اپنے گھر میں موصول خطوط کی فہرست بنایئے اور ان خطوط کو اپنے نوٹ بک میں محفوظ کر لیجیئے۔
(۴) اپنی چھوٹی بہن کو ماموں کے نام خط لکھنا سکھایئے۔
(۵) خط کے سلسلے میں کوئی تین آداب لکھیں جن کا خیال رکھنا ضروری ہے۔
(۶) بجلی برابر سپلائی کرنے کے لیے اپنے علاقائی بجلی مرکز کے صدر کے نام ایک خط لکھیے۔

واحد سے جمع بنانے کے طریقے: اس قاعدے کو آسان بنانے کے لیے مذکر اور مؤنث اسم کو الگ الگ سمجھیے اور جمع بنانا سیکھیے۔

مذکر اسموں کی جمع: اس کے تین طریقے ہیں۔

(۱) اگر مذکر اسم کے آخر میں "ا" یا "ہ" ہو تو جمع بنانے کے لیے اسے "ے" یا "وں" سے بدل دیا جاتا ہے۔ جیسے لڑکا سے لڑکے ، لڑکوں، تختہ سے تختے، کلمہ سے کلمے۔

(۲) اگر مذکر اسم کے آخر میں "اں" ہوتو اسے گرا کر "ئیں" یا "ؤں" لگادیا جاتا ہے۔ جیسے کنواں سے کنوئیں، کنوؤں۔

(۳) جب اسم مذکر کے آخر میں مندرجہ بالاحروف میں سے کوئی حرف نہ ہو تو اس کی جمع میں بھی واحد والی صورت ہی باقی رہے گی البتہ اس کی پہچان فعل کے واحد یا جمع ہونے سے ہوگی ۔ جیسے درخت اکھڑ گیا سے درخت اکھڑ گئے۔

مؤنث اسموں کی جمع :

(۱) اگر مؤنث اسم کے آخر میں یائے معروف (ی) ہوتو جمع بنانے کے لیے "اں" یا "وں" بڑھادیا جاتا ہے ۔ جیسے لڑکی سے لڑکیاں ، لڑکیوں ۔

(۲) اگر مؤنث اسم کے آخر میں "و" یا "ا" ہوتو جمع بناتے وقت "ئیں" بڑھادیاجاتا ہے جیسے خوشبو سے خوشبوئیں، دوا سے دوائیں۔

(۳) اگر مؤنث اسم کے آخر میں "یا" ہوتو صرف "ں" بڑھادیاجاتا ہے جیسے گڑیا سے گڑیاں ، چڑیا سے چڑیاں۔

(۴) جب مؤنث اسم کے آخر میں مندرجہ بالا حروف میں سے کوئی بھی حرف نہ ہوتو پھر "یں" یا "وں" لگاکر جمع بنالیاجاتا ہے جیسے خبر سے خبریں، عورت سے عورتوں، عورتیں۔

(۵) اگر مؤنث اسم کے آخر میں "ن" ہوتو جمع بناتے وقت "یں" بڑھادیتے ہیں۔ جیسے بنگالن سے بنگالین، باورچن سے باورچین۔

تعلیم پر ٹیکنالوجی کے اثرات

(ابوحذیفہ اور اسماعیل کے درمیان مکالمہ)

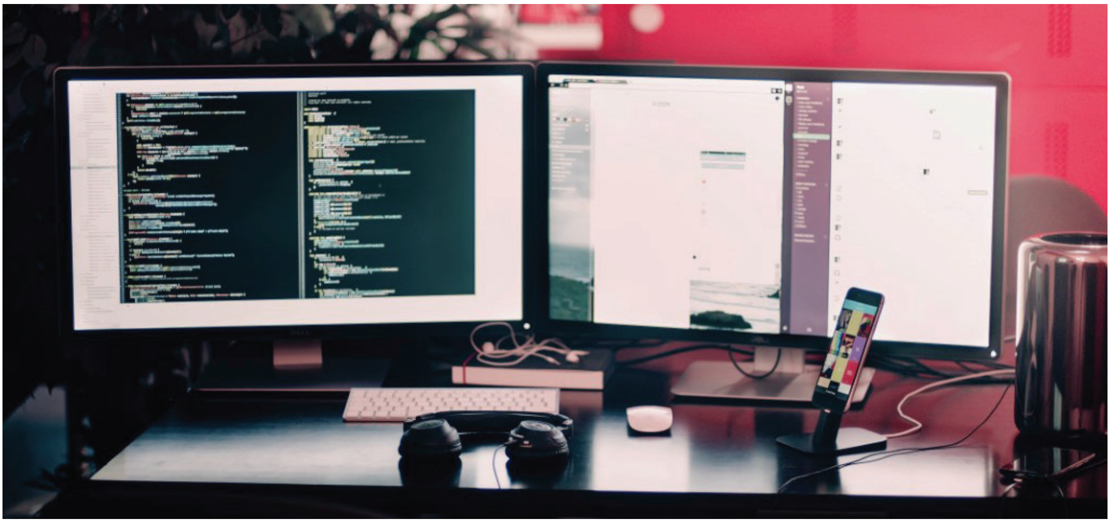

ابوحذیفہ: السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ، کہیے اسماعیل کیا حال ہے؟

اسماعیل: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ و برکاتہ ابوحذیفہ! میں ٹھیک ہوں، الحمدللہ

ابوحذیفہ: آج میں آپ سے تعلیم میں ٹیکنالوجی کے کردار کے بارے میں بات کرنا چاہتا تھا۔ ایسا لگتا ہے کہ اِن دنوں سب کچھ ڈیجیٹل ہوتا رہا ہے اور میں ان فوائد اور چیلنجوں کے بارے میں جانکاری چاہتا میں ہوں جو ہمارے سیکھنے میں مددگار ثابت ہوگی۔

اسماعیل: واقعی یہ ایک دلچسپ موضوع ہے! ٹیکنالوجی نے یقیناً کئی طریقوں سے تعلیم میں انقلاب برپا کر دیا ہے۔اس کا ایک بڑا فائدہ ڈیجیٹل وسائل تک رسائی ہے۔ انٹرنیٹ کے ذریعے ہم نصابی کتب میں شامل چیزوں کے ساتھ دیگر مختلف مضامین کو آسانی سے حاصل کر سکتے اور پڑھ سکتے ہیں۔ یہ ہمارے علم کو وسیع

کرتا ہے اور ہمیں تیز رفتاری سے سیکھنے کی قوت و مواقع فراہم کرتا ہے۔

ابوحذیفہ: بالکل! میں نے آن لائن سیکھنے کے تعلیمی ویب سائٹس کو ناقابل یقین حد تک مددگار پایا ہے۔ اس کے ذریعہ انتہائی مفید و معلوماتی اسباق، ویڈیوز اور کوئز پیش کرائے جاتے ہیں جو مطالعہ کو مزید دل چسپ بنا دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ آن لائن سیکھنے کی سہولت کے ساتھ ہم کسی بھی وقت مواد حاصل کر سکتے ہیں۔ یہ ان طلباء کے لیے آسان ہے جن کے پاس تعلیم کے علاوہ دیگر ذاتی کام یا نوکریوں کی مصروفیات ہوں۔

اسماعیل: میں مانتا ہوں۔ تاہم ہمیں آن لائن سیکھنے کے چیلنجز پر بھی غور کرنا چاہیے۔ ایک تشویش یہ ہے کہ انٹرنیٹ کے ذریعہ اور روایتی سیکھنے کے طریقوں کے درمیان توازن کیسے قائم کیا جا سکتا ہے۔ اگرچہ ٹیکنالوجی ہمارے سیکھنے کے ماحول اور معلومات کو بڑھاتی ہے، لیکن اسکرین کے سامنے بہت زیادہ وقت گزارنا ہماری صحت اور تندرستی کے لیے نقصان دہ ہو سکتا ہے۔ اس لیے اس تعلیم کے علاوہ آف لائن سرگرمیوں اور آمنے سامنے بات چیت کے لیے وقت نکالنا بہت ضروری ہے۔ جیسا کہ گذشتہ ہفتہ صدر مدرس صاحب نے اسمبلی میں ہمیں نصیحت کی تھی۔

ابوحذیفہ: جی آپ ٹھیک کہتے ہیں اسماعیل۔ ٹیکنالوجی دو دھاری تلوار ثابت ہو سکتی ہے۔ ایک اور چیلنج یہ ہے کہ اس سے ذہنی خلفشار کا امکان ہے۔ اس لیے ہمیں سوشل میڈیا یا دیگر آن لائن طریقۂ تعلیم کے فتنوں سے بچنے کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے۔ ہمیں خود نظم و ضبط اور مؤثر وقت کی ترتیب کی ضرورت ہے تاکہ یہ یقینی بنایا جا سکے کہ ٹیکنالوجی ہماری توجہ اور ہماری صلاحیت میں رکاوٹ نہ بنے۔

اسماعیل: بالکل ابوحذیفہ۔ یہ ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم خود پر قابو پالیں اور ٹیکنالوجی کو ذمہ داری سے استعمال کریں۔ اس کے علاوہ ہمیں اس حقیقت کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے کہ ہر کسی کو ٹیکنالوجی تک یکساں رسائی حاصل نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ کچھ طلباء کے گھر میں انٹرنیٹ یا آلات نہ ہوں۔ اس کی وجہ سے بچوں میں تعلیمی تفاوت پیدا ہو سکتا ہے، یعنی جن کے پاس انٹرنیٹ اور آن لائن آلات کی سہولیات ہوں وہ بہ آسانی سب کچھ سیکھ جائیں گے اور جن کے پاس یہ سہولیات نہ ہوں وہ محروم رہ جائیں گے۔ اس فرق کو دور کرنا اور تمام طلباء کے لیے یکساں مواقع فراہم کرنا بہت ضروری ہے۔

ابوحذیفہ: ہاں بےشک یہ ایک اہم نکتہ ہے اسماعیل۔ جب ہم ٹیکنالوجی اپناتے ہیں، ہمیں اس بات کو یقینی بنانا چاہیے کہ یہ ڈیجیٹل تقسیم نہ پیدا کرے۔ اسکولوں اور حکومتوں کو تمام طلباء کے پس منظر یا سماجی و اقتصادی حیثیت سے قطع نظر، ٹیکنالوجی اور ڈیجیٹل وسائل تک برابر رسائی فراہم کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

اسماعیل: جی ہاں ،بالکل ابوحذیفہ۔ ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ ٹیکنالوجی کو اساتذہ کے کردار کی جگہ نہیں لینا چاہیے۔ در اصل اساتذ ہ ہماری تعلیم، تعلیمی رہنمائی، اسلامی تربیت اوردینی ماحول فراہم کرنے نیز اس کی حوصلہ افزائی میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ اگرچہ ٹیکنالوجی سیکھنے کی تکمیل کر سکتی ہے، لیکن اساتذہ کی طرف سے فراہم کردہ انسانی ربط و تعلق، اچھے اخلاق کے نمونے اور اس کی رہنمائی ہمارے لیے انتہائی اہم اور انمول ہیں۔

ابوحذیفہ: میں اس سے بالکل اتفاق کرتا ہوں اسماعیل! تنقیدی سوچ، باہمی تعاون اور ذاتی ترقی کو فروغ دینے میں اساتذہ کا کردار انتہائی ضروری ہے۔

ٹکنالوجی کو ان کوششوں کی تکمیل کرنی چاہیے ان کی جگہ نہیں لینی چاہئے۔

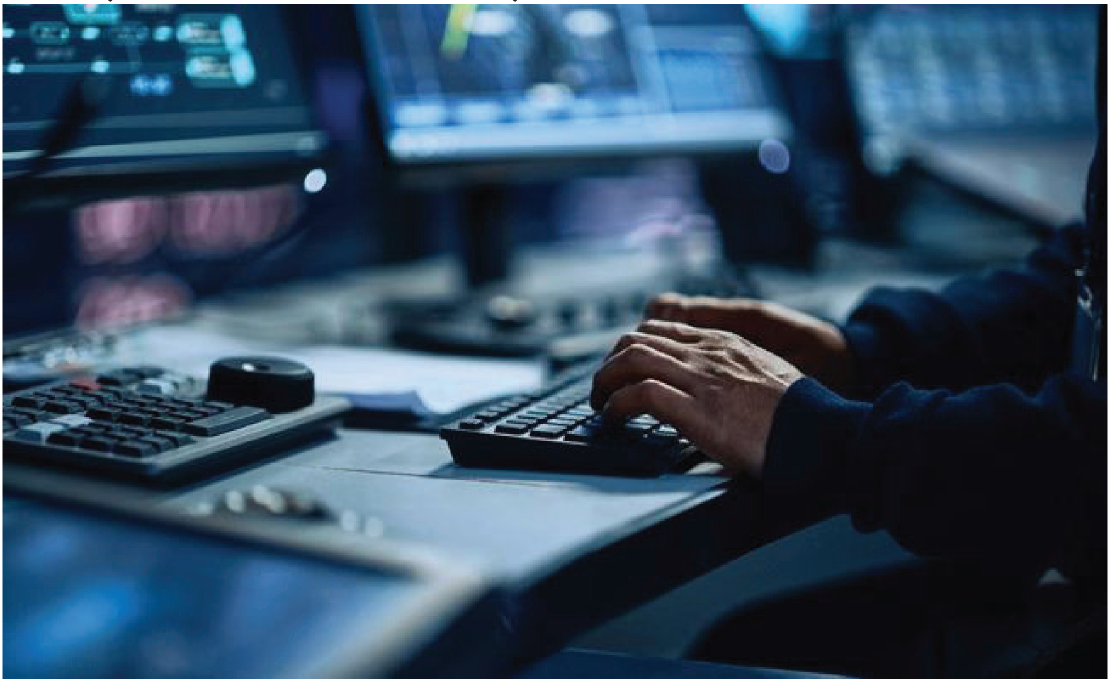

اسماعیل: بے شک ابوحذیفہ ٹکنالوجی میں تعلیم کی بے پناہ صلاحیت ہے، لیکن اس کا ذمہ دارانہ استعمال اور سوچ سمجھ کر اسے اپنانے کی ضرورت ہے۔ بحثیت ایک ہو نہار طالب علم ہمیں اس کی حدود اور چیلنجوں کو ذہن میں رکھتے ہوئے اس کے پیش کردہ فوائد سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔یہ وقت کی اہم ضرورت ہے۔

ابوحذیفہ: ٹھیک کہا اسماعیل۔ آیئے ایک صحت مند توازن برقرار رکھتے ہوئے سیکھنے کے لیے ایک طاقتور ذریعہ کے طور پر ٹیکنالوجی کو قبول کریں۔ اس کی صلاحیت کو بروئے کار لا کر اور اسے سیکھنے کے روایتی طریقوں کے ساتھ جوڑ کر ہم اپنے تعلیمی سفر کو آگے بڑھائیں اور ڈیجیٹل دور کے مواقع اور چیلنجوں کے لیے خود کو تیار کریں۔اس سمت میں عام طلبہ کی فکر سازی بھی کی جائے۔

اسماعیل: بالکل ابوحذیفہ۔ آیئے جدید ٹیکنالوجیز کو اپناتے رہیں اور اپنی فلاح و بہبود اور بات چیت کے ذریعہ ان ٹیکنا لوجیز کے فراہم کردہ تعلیمی مواقع سے

زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھائیں۔

ابوحذیفہ: جی ٹھیک ہے اسماعیل ،آئندہ ملنے پر دوبارہ ایسی ہی گفتگو کریں گے۔ ان شاءاللہ۔ اگر اللہ نے چاہا تو جلد ملاقات ہوگی۔

اسماعیل: جی ان شاءاللہ ،ضرور ۔اللہ حافظ۔

ابوحذیفہ: اللہ حافظ۔

کرنے کے کام اور مشقیں:

آپ نے دیکھا کہ اس مکالمے میں ابوحذیفہ اور اسماعیل تعلیم پر ٹیکنالوجی کے اثرات پر گفتگو کرتے ہیں۔ وہ ٹیکنالوجی کے فوائد کو اجاگر کرتے ہیں، جیسے ڈیجیٹل وسائل تک رسائی اور سیکھنے میں لچک اور علم میں وسعت۔ تاہم وہ اسکرین کے وقت، ذہنی خلفشار، تعلیمی تفاوت اور اساتذہ کی اہمیت کے بارے میں بھی تشویش کا اظہار کرتے ہیں۔ وہ ٹیکنالوجی کے ذمہ دارانہ استعمال، توازن تلاش کرنے اور تمام طلباء کے لیے یکساں مواقع کو یقینی بنانے کی ضرورت پر زور دیتے ہیں۔ مکالمہ طلباء کو ٹیکنالوجی کو اپنانے کی ترغیب دیتا ہے اور اس کی حدود اور چیلنجوں کو ذہن میں رکھتے ہوئے بالآخر ان کے تعلیمی سفر کو بڑھاتا ہے۔

مشق وسوالات:

(۱) اس پیرا گراف کو پڑھ کر ٹیکنالوجی کے تین فائدے اور تین نقصانات گنائیے۔

(۲) درج ذیل الفاظ کے معانی لکھیے:

خلفشار تفاوت یکساں ڈیجیٹل پس منظر فلاح وبہبود

(۳) درج ذیل الفاظ میں سے واحد کے جمع اور جمع کے واحد لکھیے:

اساتذہ طلباء مکالمہ موقع اثرات

فائدہ چیلینج طریقہ سہولیات کوششوں

(۴) ذیل میں لکھے مناسب الفاظ کے ذریعہ خالی جگہوں کو پر کیجیے۔

ٹیکنالوجی آلات انٹرنیٹ تفاوت

نظر انداز محروم فرق

(۵) خالی جگہ پر کیجیے۔

یہ ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم خود پر قابو پالیں اور۔۔۔۔۔کو ذمہ داری سے استعمال کریں۔ ہمیں اس حقیقت کو۔۔۔۔۔۔نہیں کرنا چاہیے کہ ہر کسی کو ٹیکنالوجی تک یکساں رسائی حاصل نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ کچھ طلباء کے گھر میں۔۔۔۔۔۔یا آلات نہ ہوں۔ اس کی وجہ سے بچوں میں تعلیمی۔۔۔۔۔پیدا ہو سکتا ہے، یعنی جن کے پاس انٹرنیٹ اور آن لائن۔۔۔۔۔۔ کی سہولیات ہوں وہ بہ آسانی سب کچھ سیکھ جائیں گے اور جن کے پاس یہ سہولیات نہ ہوں وہ۔۔۔۔۔۔ رہ جائیں گے۔ اس۔۔۔۔۔۔کو دور کرنا اور تمام طلباء کے لیے یکساں مواقع فراہم کرنا ہمارے لیے بہت ضروری ہے۔

(٦) آپ جانتے ہیں کہ دو لوگوں یا دو دوستوں کے درمیان کسی موضوع پر آپسی بات چیت اور گفتگو کو مکالمہ کہا جاتا ہے؟ اوپر کے مکالمے کی طرح آپ بھی اپنے دوست کے ساتھ مل کر " استاد کی اہمیت اور ان کا ادب " یا " محنت کی جیت " کے عنوان پر دو پیرا گراف کا مکالمہ لکھئے اور اسے اپنے استاد کو سنایئے۔